گئے لیکن یہ عاشق وشیدائی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا فرض پورا کر چکا تھا۔ چوبیس گھنٹوں کے بعد جام شہادت نوش فرمایا۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر ان کی قربانی کو یاد کر کے فرمایا کرتے تھے: ''میں شماسؓ کے لئے ''سپر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے سوا کوئی تشبیہ نہیں پاتا۔ میدان اُحد میں جب اپنے دائیں بائیں دیکھتا تھا تو مجھے شماسؓ ہی سر بکف نظر آتے تھے۔'' (اسد الغابہ جلد سوم، ابن سعد)

ہے تیرے نور سے وابستہ میری بود و نبود

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت یاسرؓ اپنے ایک مفقود الخبر گم شدہ بھائی کی تلاش میں گھر سے نکلے۔ عرب کی خاک چھانتے رہے۔ بآلاخر وہ مکہ پہنچے اور وہیں اقامت اختیار کر لیا۔ ابو حذیفہ مخزومی نے اپنی ایک کنیز سمیہؓ سے یاسرؓ کی شادی کر دی۔ سمیہ کے بطن سے یاسرؓ کے گھر میں خدا کی رحمت سے تاریخ کے مایہ ناز فرزند عمارؓ نے جنم لیا۔

عمارؓ ابھی عنفوان شباب ہی میں تھے کہ اسلام کا پیغام ان کے کانوں تک پہنچا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دار ارقم میں سلسلہ رشد و ہدایت جاری کر رکھا تھا۔ وہیں حضرت عمار حاضر ہوئے۔ دروازے پر حضرت صہیبؓ سے ملاقات ہوئی، پوچھا وہ کس ارادے سے کھڑے ہیں۔ انہوں نے کہا دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبول کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ عمارؓ بولے، خدا کی قسم! میرا بھی یہی ارادہ ہے۔

بس دونوں مسافر ایک ساتھ منزل مقصود سے بغل گیر ہو گئے۔ حضرت عمارؓ کے قبول اسلام کے ساتھ ہی ان کے والد اور والدہ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے اس طرح یہ پورا گھرانہ نور اسلام سے جگمگا اٹھا۔ حضرت عمارؓ مکہ میں ایک کمزور و ناتواں شخص تھے۔ ان کا نہ تو کوئی خاندانی جتھا تھا نہ ہی سیم و زر کی قوت ان کی پشت پناہ تھی۔ ان ساری باتوں کے باوجود حضرت عمارؓ کی طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ چھپ کر اسلام قبول کریں۔ اظہار اسلام کے عواقب و نتائج بھی ان کے سامنے تھے تاہم انہوں نے عزیمت کی کٹھن راہ اختیار کی اور اپنے آپ کو آزمائش کے لئے پیش کر دیا۔

پورا خاندان قبول اسلام کے بعد ظلم و ستم کا نشانہ بن گیا۔ قریش مکہ نے تر نوالہ سمجھ کر آسانی سے نگلنے کی کوشش کی۔ ٹھیک دوپہر کے وقت تپتی ریت پر لٹا کر اور مار مار کر برا حال کر دیا جاتا۔ سینے پر بھاری پتھر رکھے جاتے۔ آگ کے انگاروں سے داغا جاتا۔ بعض اوقات انہیں پانی میں غوطے دیئے جاتے اور کبھی انہیں نیزے کی انیوں اور تلوار کی نوک سے کچوکے دیئے جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی بار اپنے ان جاں نثاروں کو ستم کی چکی میں پستے دیکھا اور ہر بار صبر کی تلقین کی۔

(طبقات ابن سعد جلد اول)

محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کلمہ توحید نے کچھ ایسا اثر کر دیا تھا کہ ان تمام سختیوں کے باوجود ان کو اسلام سے نہ ہٹا سکے۔ مکہ کی سرزمین پر جہاں حضرت عمارؓ اور ان کے بھائی عبداللہ کا جوان خون نیزوں کی پیاس بجھاتا، وہیں حضرت یاسرؓ کا بوڑھا خون اور حضرت سمیہؓ کا کمزور لہو شمشیر کفر کو سیراب کرتا رہتا۔ ان آزمائشوں نے اس خاندان کو اسلام سے دور کرنے کی بجائے زیادہ شدت سے کاربند کر دیا اور وہ محبت وعشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہ کر سکے۔

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک راستے سے گزر رہے تھے۔ حضرت عمارؓ اور ان کے اہل خانہ کو سخت امتحان میں دیکھا۔ ظالم دشمن انہیں اذیتیں پہنچا کر مسرور ہو رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا: ''اے خاندان یاسرؓ! ان مصائب پر صبر کرو، بلاشبہ جنت تمہارے لئے مقدر ہو چکی ہے۔''

حضرت یاسرؓ بھی ضعیف وناتواں تھے۔ ان وحشیانہ سزاؤں کی تاب نہ لا سکے اور کچھ دنوں بعد اس جہاں سے رحلت فرما گئے۔ حضرت عمارؓ بڑی جانفشانی، تندہی اور پامردی سے منزل کی طرف رواں دواں رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اپنا تن من دھن قربان کر دیا تھا۔

صحیح بخاری کی روایت ہے ایک دن حضرت عمارؓ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پریشان ہو کر پوچھا: ''عمارؓ کیا بات ہے؟'' عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بہت بری خبر ہے۔ ایک دن میں دشمنان اسلام کے ہاتھ لگا۔ انہوں نے مجھے پکڑ کر پانی میں اتنے غوطے دیئے کہ میں بالکل بدحواس ہو گیا۔ یہاں تک کہ ان جفا کاروں نے جو کچھ چاہا، میری زبان سے اقرار کروالیا۔ بار بار تقاضا کیا کہ کلمہ کفر زبان سے نکالوں۔ ''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی، بتوں کے حق میں کلمہ خیر کہہ دیا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت کیا، ''عمارؓ تمہارے دل کی کیا کیفیت ہے؟ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرا دل تو ایمان پر مطمئن ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کی آنکھوں کو اپنے دست مبارک سے پونچھا اور تسلی دی، پھر فرمایا: ''عمارؓ! اس میں کوئی مضائقہ نہیں، تمہارے ایمان اور مقام میں کوئی فرق نہیں پڑا۔''

ابن سعد نے ''طبقات'' میں لکھا ہے قرآن پاک کی سورۃ النحل کی یہ آیت اسی سلسلہ میں

نازل ہوئی۔ترجمہ ''یعنی جو شخص مجبوری کی حالت میں کلمہ کفر زبان سے نکال دے حالانکہ وہ ایمان لا چکا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو تو اس سے کوئی باز پرس نہیں۔''

حضرت عمارؓ نے چونکہ بڑی لمبی عمر پائی تھی۔مکہ دور کی ابتلاء و آزمائش کی روایات کے امین تھے۔اس لئے صحابہ کرامؓ ان سے اس دور کے واقعات بڑے شوق سے سنتے تھے۔بعض صحابہؓ و تابعینؒ ان کی پیٹھ کو دیکھا کرتے، زخموں کے نشانات کے علاوہ، آگ کے انگاروں سے جل جانے کے انشانات بھی موجود تھے جو قریش مکہ کی سنگدلی اور حضرت عمارؓ کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت وعقیدت اور ایمانی پختگی کا منہ بولتا ثبوت تھے۔

مدینہ منورہ میں جب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیر شروع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی اینٹ گارا اُٹھا کر اس مقدس گھر کی تعمیر میں حصہ لے رہے تھے۔حضرت عمارؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ان کے سر پر گرد وغبار کی تہہ جمی ہوئی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کے سر کی خاک جھاڑی اور پیار کرتے ہوئے فرمایا: ''اے ابن سمیہؓ تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا، تم اسے جنت کی طرف بلاؤ گے اور وہ تمہیں دوزخ کی طرف دعوت دے گا۔اس واقعہ کو امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں بھی نقل کیا ہے۔حضرت عمارؓ ان گرفتاران مصائب میں سے تھے جنہوں نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور راہ خدا میں صبر و استقامت کے ساتھ گونا گوں مصائب ومظالم برداشت کئے لیکن آئینہ دل سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور توحید کا عکس زائل نہ ہوا۔حضرت عمارؓ کے خاندان نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کی راہ میں بڑی تکالیف ومصائب کا سامنا کیا، اسی لئے یہ خاندان ''وفا'' کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت عمارؓ ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی۔ایک موقع پر فرمایا: ''جنت تین آدمیوں کی شدت سے اور بے قراری سے اس وقت کا انتظار کر رہی ہے جب وہ اس میں داخل ہوں گے۔ایک عمارؓ، دوسرے علی کرم اللہ وجہہ اور تیسرے سلمان فارسیؓ''۔

جب حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ صفین کی جنگ میں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے۔ اثنائے جنگ میں شام کے وقت، جنگ پورے زور وشور سے جاری تھی۔حضرت عمارؓ نے پانی طلب کیا

تو انہیں دودھ پیش کیا گیا۔ حضرت عمارؓ چند گھونٹ دودھ حلق سے فرو کر کے بولے: ''رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دودھ کے گھونٹ تیرے لئے دنیا کا آخری توشہ ہوگا۔'' یہ کہتے ہوئے غنیم کی صف میں گھس گئے کہ آج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے گروہ سے ملوں گا۔ پھر کچھ ایسے عزم واستقلال سے حملہ آور ہوئے کہ جس طرف نکل جاتے پرے کا پرصاف ہو جاتا۔ اسی حالت میں ابن الغاویہ کے نیزے نے ان کو مجروح کر کے زمین پر گرا دیا۔ ایک شامی نے آگے بڑھ کر سر تن سے جدا کر دیا۔

حضرت عمارؓ جفاکشی، استقامت اور حقانیت جیسے عمدہ اوصاف کے مالک تھے۔ ورع وتقویٰ کے باعث سکوت اور خاموش رہنا ان کا شعار تھا۔ فتنہ وفساد سے ہمیشہ پناہ مانگا کرتے تھے لیکن رب العزت نے سب سے بڑے فتنے میں ان کا امتحان لیا، استقامت وکامیابی کے ساتھ ان کو حق کا طرف دار بنا دیا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت سعید بن یربوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں:

حضرت سعیدؓ بن یربوع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تقریباً انیس سال پہلے پیدا ہوئے۔ فتح مکہ تک یہ اسلام سے کشیدہ رہے۔ مگر جب اسلام کا پرچم مکہ پر لہرایا تو یہ بھی نور ایمان کی نعمت سے بہرہ مند ہوئے۔ انہوں نے تقریباً ایک سو چوبیس (124) سال کی عمر میں حضرت معاوضہؓ کے دور خلافت میں انتقال کیا۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں بڑی عاجزی وانکساری کے ساتھ رہتے تھے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتنا احترام کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں کسی بھی بڑائی کو اپنی طرف منسوب کرنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمر میں بہت بڑے تھے لیکن یہ بات کبھی بھی گوارا نہیں تھی کہ یہ کہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے عمر میں چھوٹے ہیں یا وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمر میں بڑے ہیں۔

ان کا یہ انتہا سے زیادہ احترام ومحبت اور عقیدت دیکھ کر ایک دفعہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یا ابا ہودؓ! آپ تو عمر میں ہم سے بہت بڑے ہیں۔''

اس کے جواب میں حضرت سعیدؓ بن یربوع نے یہ کہنا خلاف ادب سمجھا کہ ہاں وہ بڑے ہیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوٹے ہیں بلکہ اس حقیقت کو ان الفاظ میں تسلیم کیا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!'' میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں، بڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر اعتبار سے مجھ سے بلند اور بہتر ہیں۔ بھلا اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کون آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑا ہوسکتا ہے؟ البتہ اس عالم فانی میں میری پیدائش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہوئی۔''

حضرت سعیدؓ بن یربوع نے جن محتاط الفاظ میں اپنی عمر زیادہ بتائی، اس سے جو جذبہ احترام

ظاہر ہوا، اس کو دیکھ کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت متاثر ہوئے۔

(پراسرار بندے)(استیعاب جلد 2)

جاہلی نام اصرم تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدل کر ''سعید'' رکھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں آنکھوں کی بصارت جاتی رہی تھی۔

حضرت سعیدؓ بن یربوع آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے حد احترام کرتے تھے اور بے پناہ عقیدت ومحبت بھی رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں کسی بڑائی کو اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت بڑے تھے لیکن اس تفاوت کا اظہار بھی وہ بڑائی کے لفظ سے پسند نہ کرتے تھے۔

وفات کے وقت ان کی عمر 124 سال تھی۔ (سیرت صحابہ کرامؓ جلد 2)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت کب بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عہد رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک مبارک دن کا ذکر ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے انصاری جاں نثار کے مکان پر بہ نفس نفیس تشریف لے گئے۔ یہ صاحب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کے اشعار میں کچھ ایسی تاثیر اور ہیبت ہوتی تھی کہ کفار انہیں سن کر لرزہ براندام ہو جاتے تھے۔ ان کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی اطلاع ہوئی تو فرطِ محبت سے اور فرطِ مسرت سے بے خود ہو گئے، بے تابانہ مکان سے باہر نکل کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھ کر متبسم ہو گئے اور فرمایا ابوعبداللہ'' اپنے کچھ اشعار تو سناؤ'۔ انہیں تعمیل ارشاد میں کیا عذر تھا۔ اسی وقت اپنے کئی اشعار بڑے ذوق وشوق سے پڑھ دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن کر بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا: ''اور'' انہوں نے پھر کئی اشعار پڑھے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اور'' اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار فرمائش کر کے اشعار سنے اور پھر ان کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا: (ترجمہ) کفار پر ان کی زد تیر سے بھی زیادہ سخت ہے۔

(سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چالیس جاں نثار ص 225)

یہ صاحب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے کلام کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستائش فرمائی، سیدنا ابوعبداللہ کعب بن مالک انصاری تھے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کعبؓ کا کلام بہت پسند تھا۔

جنگ تبوک کی تیاریاں بڑے زور شور سے جاری تھیں، یہ مقابلہ قیصر روم کی ایک ایسی سلطنت سے تھا جو نصف دنیا پر حکمران تھی۔ صحابہ کرامؓ نے نہ صرف مال و دولت سے اس میں حصہ ڈالا بلکہ اپنی نقد جان بھی اس میں پیش کر دی تھی۔ غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم تھا کہ اس سفر میں بلا عذر کوئی بھی اپنے گھر پر نہ رکے، سوائے بیاسی (82) منافقین کے جو مختلف حیلے بہانے بنا کر گھروں میں رہ گئے تھے۔ ان منافقین کے علاوہ تین مخلص اور سچے مسلمان ایسے بھی تھے

جو کسی قوی عذر کے بغیر معمولی سستی اور کاہلی کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جانے سے رہ گئے تھے۔ غزوہ تبوک میں عدم شمولیت کا ذکر کرتے ہوئے خود بیان کرتے ہیں کہ ''اس سفر میں میرا گھر پر رہ جانا محض ایک خدائی آزمائش تھی ایسا کرنے کا نہ میرا ارادہ تھا اور نہ کوئی عذر تھا۔ سفر کا تمام سامان تیار تھا، میں آسودہ حال تھا، دو عمدہ اونٹنیاں میرے پاس موجود تھیں، لوگ سفر کی تیاری کرتے تھے مجھے کوئی تردد نہ تھا میں نے سوچ رکھا تھا جس روز کوچ ہوگا چل پڑوں گا۔ کوچ کے دن تساہل و سستی میں مبتلا ہوگیا۔ مجھے ایک کام آ پڑا، میں نے کہا کوئی بات نہیں میرے پاس تیز رفتار اونٹ ہیں جلد لشکر میں جا ملوں گا۔ دو تین روز اسی تذبذب میں گزر گئے۔ اب لشکر اتنی دور نکل گیا تھا کہ اس سے جا ملنا مشکل تھا۔ کئی روز اسی پریشانی میں گزر گئے اب حیران تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤں گا اور کیا جواب دوں گا؟

یہاں تک کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے۔ تبوک سے واپسی پر لوگوں نے مجھے طرح طرح کے حیلے بہانے بتائے لیکن میں نے یہ فیصلہ کیا کہ نجات سچ ہی سے مل سکتی ہے۔ اپنی خطا کا صاف اقرار کرلوں گا۔ آخر میں بارگاہ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھ کر خشم آمیز تبسم فرمایا اور پوچھا کعبؓ تم کیوں غزوہ میں شریک نہیں ہوئے؟ کیا تمہارے پاس سامان مہیا نہ تھا، کیا تم بیمار تھے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سب کچھ تھا، کوئی عذر نہ تھا، کاہلی اور شیطان نے مجھ پر غلبہ پا کر غافل کر دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے سچ کہا، اب گھر جاؤ اور حکم الٰہی کا انتظار کرو۔''

یہی صورت دوسرے دو صحابیوں، مرارہؓ بن ربیع اور بلالؓ بن اُمیہؓ کے ساتھ پیش آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو ہم تینوں سے بات چیت کرنے سے منع فرما دیا، اب زندگی وبال نظر آنے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ کوئی ان کے پاس بھی آ کر نہ بیٹھے، ان ایام میں مرارہؓ اور بلالؓ گھر سے باہر نہ نکلتے کیونکہ وہ بوڑھے تھے لیکن میں جوان تھا۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جا کر نماز پڑھ کر ایک گوشے میں بیٹھ جاتا، میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک دوسری طرف پھیر لیتے۔ اس طرح پچاس روز گزر گئے۔ کسی نے بھی ان سے بات چیت نہ کی، خاندان والوں نے بھی تعلقات ختم کر لئے، کوئی سلام کا جواب

تک نہ دیتا۔

یہ بات کسی طرح غسان کے بادشاہ کو معلوم ہوگئی، اُس نے حضرت کعبؓ کے پاس اپنا قاصد ایک خط دے کر بھیجا، اس میں لکھا تھا: ''کعبؓ تم ایک شریف اور قابل احترام شخص ہو، ہم نے سنا ہے تمہارا آقا تم سے ناراض ہو گیا ہے باقی تمام لوگوں نے بھی تم سے قطع تعلق کر رکھا ہے ہمیں تمہارے درجہ ومنزلت کا بخوبی علم ہے۔ ہمارے نزدیک تمہارا مقام بہت بلند ہے۔ ہمارے قاصد کے ساتھ ہمارے پاس آ جاؤ تم ہم کو انتہائی قدردان پاؤ گے۔''

خط پڑھتے ہی میری دنیا اندھیر ہوگئی، میں شیدائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے محبوب سے علیحدہ ہونا گوارا نہ کر سکتا تھا۔ اس خط نے زخم پر جیسے نمک چھڑک دیا، مجھے سخت صدمہ ہوا کہ ایک کافر عیسائی میرے ایمان کو خریدنے کی کوشش کر رہا ہے، مجھے راہِ حق سے ہٹانا چاہتا ہے۔ مجھے میرے جان سے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا کرنا چاہتا ہے۔ میں نے اس کے قاصد کے سامنے ہی اس خط کو پھاڑ کر آگ میں ڈال دیا اور کہا اپنے بادشاہ سے جا کر کہو مجھے اس کی عنایت والتفات سے اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے التفائی لاکھ درجہ بہتر وخوشتر ہے اور روتے روتے بے تاب ہو گئے۔

بائیکاٹ کے چالیسویں روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام آیا کہ اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ، میں نے فوراً بیوی کو میکے بھیج دیا۔ (تاریخ الاسلام والمسلمین)

پچاسویں روز رات کی نماز پڑھ کر چھت پر لیٹا ہوا، اس مصیبت پر آنسو بہا رہا تھا کہ دور سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آواز میرے کانوں میں پہنچی کہ کعبؓ کو مبارک ہو ان کی توبہ قبول ہوگئی ہے۔ دوسری روایت کے مطابق کوہ سلع کی چوٹی سے کسی نے پکار کر کہا، ''کعبؓ مبارک ہو تمہاری توبہ قبول ہوگئی ہے۔'' میں یہ آواز سنتے ہی سجدے میں گر گیا۔ یہ سنتے ہی میرے دوست واحباب میرے گھر پہنچ کر مبارکباد دینے لگے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز فجر کے بعد میری اور میرے دونوں ساتھیوں کی معافی کا اعلان کر دیا تھا۔ میں دوڑا دوڑا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پہنچا۔ آگے بڑھ کر سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخ انور پر بشاشت پھیل گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کعبؓ تمہاری زندگی میں ایسا مبارک دن کبھی نہیں آیا۔ کعبؓ مبارک ہو اس بہترین دن کے لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے تمہاری توبہ کو قبول کرلیا ہے۔'' میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اس قبولیت کے شکرانے میں اپنا سارا مال خدا کی راہ میں صدقہ دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں اس میں تنگی ہے اپنے مال کا ایک حصہ صدقہ کرو۔'' میں نے خیر کا حصہ راہ حق میں دے دیا، اور کہا: ''اللہ تعالیٰ نے میری راست گوئی کی وجہ سے نجات دی۔ انشاء اللہ مرتے دم تک راست گوئی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑوں گا۔''

تو میرا شوق دیکھ میرا انتظار دیکھ

یہ تھے وہ لوگ جن کے دل میں رسول اللہ کی سچی محبت وعقیدت اور لگن تھی عشق تھا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کی خاطر اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ دنیا کی آسائشوں اور بڑے سے بڑے مفاد کو بھی ٹھکرادیا کرتے تھے۔ (ماہنامہ ہدیٰ مارچ 1979ء)

حضرت طلیب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت طلیبؓ بن عمیر، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی اروی ؓ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ یہ پھوپھی ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کمر بستہ رہتی تھی۔ حضرت طلیبؓ نے شروع ہی سے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ماں کے پاس آ کر بتایا: ''کہ میں خلوص دل سے ایمان لا کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا پیرو ہوگیا ہوں۔'' ماں بہت خوش ہوئیں اور کہنے لگیں: ''واللہ! تمہارے بھائی غیروں کے مقابلے میں تمہاری مدد کے زیادہ مستحق ہیں۔''

(سیر الصحابہؓ جلد اول، مہاجرین حصہ دوم ص 159)

مسلمان ہونے کے بعد ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت واعانت کے لئے تیار رہتے تھے۔ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر رکھتے تھے اور اس فکر میں رہتے کہ کہیں کوئی دشمن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچا دے۔

نبوت کے ابتدائی زمانے میں قریش مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دینا اپنی زندگی کا اولین مقصد بنالیا تھا وہ طرح طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دل آزاری کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑاتے، یہاں تک کہ نعوذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے منصوبے تیار کرتے رہتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائی بھی اس بات سے بے فکر نہیں رہتے تھے وہ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں کمر بستہ رہتے تھے۔ ایک دن قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے ابو اہاب کو تیار کرلیا۔ جب حضرت طلیبؓ کو معلوم ہوا کہ ابو اہاب بن عزیز کو قریش نے (نعوذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل پر آمادہ کیا ہے انہیں یہ سن کر بڑی فکر ہوئی اور ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت اور نگرانی کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ ابو اہاب کی حرکات و سکنات پر نظر رکھتے تھے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت وعقیدت کا یہ عالم تھا کہ تمام کام چھوڑ کر

ابواہاب کے پیچھے لگے رہتے تھے۔ دور دور سے دیکھتے رہتے تھے کہ وہ کہاں جا رہا ہے، کیا کر رہا ہے۔ ایک دن طلیبؓ گھات میں لگے بیٹھے تھے کہ ابواہاب اپنا فاسد ارادہ لئے ان کے سامنے سے گزرا، یہ لپک کر اس دشمن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھے اور تلوار کا ایسا وار کیا کہ ابواہاب وہیں ڈھیر ہو گیا۔ (سیرت مہاجرین حصہ دوم)

ایک مرتبہ عوف بن صبرہ سہمی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کچھ نامناسب الفاظ کہے۔ حضرت طلیبؓ سچے شیدائی وفدائی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے کیونکر برداشت کر سکتے تھے۔ ایک اونٹ کی ہڈی اٹھا کر ایسی زور سے ماری کہ عوف بری طرح زخمی ہو گیا وہ شکایت لے کر انکی والدہ ارویٰؓ کے پاس گیا۔ انہوں نے جواب میں ایک شعر پڑھا۔

ان طلیبا نصر ابن خالہوا ساہ فی دمہ و مالہ، یعنی ترجمہ: اس میں کیا حرج ہے کہ طلیبؓ نے اپنے ماموں کے بیٹے کی مدد کی ہے۔ اس کے خون اور اس کے مال کی غم خواری کی۔

حضرت ارویٰؓ کا بھائی ابولہب بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دل آزاری اور ایذا رسانی کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا اور ہر وقت فکر میں رہتا تھا کہ کوئی نہ کوئی نقصان پہنچاؤں۔ ایک دن ابولہب نے کچھ مسلمانوں کو قید کر لیا۔ حضرت طلیبؓ کو جب معلوم ہوا تو یہ عاشق صادق فوراً یہ لحاظ کئے بغیر کہ وہ ان کا ماموں ہے اس کی پٹائی لگا دی۔ ابولہب نے اپنی بہن ارویٰؓ سے شکایت کی کہ طلیبؓ نے یہ لحاظ کئے بغیر کہ میں اس کا ماموں ہوں اس کی ماں کا بھائی ہوں، مجھے مارا ہے۔

حضرت ارویٰؓ نے جواب دیا۔ ''میرے بھائی! اللہ کی قسم طلیبؓ کی زندگی کا بہترین دن وہ ہوتا ہے جس دن یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت میں کوئی کام کرتا ہے۔'' (اصحابہ جلد 3)

''ذوق و شوق دیکھ دل بے قرار کا''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کا شمار اساطین اُمت میں ہوتا ہے۔ آپؓ ان عمر فاروقؓ کے فرزند ہیں جن کے بارے میں سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

''کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔''

(شہید محراب عمر بن خطاب)

حضرت عبداللہ بن عمران چار تاریخ اسلام کے عبادلہ میں سے ایک ہیں۔ باقی تین عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبدؓاللہ بن عمرو بن العاصؓ، حضرت عبدؓاللہ بن زبیرؓ ہیں یہ چاروں نادرہ روزگار شخصیات تھیں۔

صحیح بخاری میں ہے حُسن اتفاق سے بیعت رضوان کا شرف انہیں اپنے جلیل القدر والد سے پہلے حاصل ہوگیا۔ وہ اس طرح کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عبداللہؓ کو ایک انصاری سے گھوڑا لانے کو بھیجا۔ حضرت عبداللہؓ باہر نکلے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرامؓ سے بیعت لے رہے تھے۔ انہوں نے لپک کر پہلے خود بیعت کی پھر جا کر والد گرامیؓ کو اطلاع دی، وہ بھی فوراً بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچے اور بیعت کی سعادت حاصل کی۔

حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ کیفیت تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو جب بھی زبان پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام آتا آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔ جب غزوات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گزر ہوتا تو آنکھوں کے سامنے عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نقشہ کھینچ جاتا اور اشکبار ہو جاتے اور اگر کوئی آپؓ کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتا تو بے قابو ہو کر رونے لگتے تھے۔

یحییٰ بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیوخ سے سنا ہے کہ بعض لوگ حضرت ابن عمرؓ کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیفیت کو دیکھ کر انہیں مجنون تک کہنے لگے تھے۔ دراصل حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنا پر پابندی سنت کا والہانہ جنون تھا اور ان کی زندگی

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسین و دلکش زندگی کا پرتو جمیل بن گئی تھی۔ وہ چھوٹی سے چھوٹی باتوں میں بھی نہایت شدت کے ساتھ اتباعِ سنت کا التزام کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اتفاقی اور بشری عادات میں بھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کی پوری کوشش کرتے تھے۔ سفر و حضر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں کبھی نماز ادا کی، حضرت عبداللہؓ بھی وہاں نماز ادا کرتے تھے۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آرام فرمایا یہ بھی آرام فرماتے تھے، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تھوڑی دیر قیام فرمایا وہاں یہ بھی تھوڑی دیر قیام فرماتے جن درختوں کے سائے میں کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آرام فرمایا تھا حضرت عبداللہؓ ان کو پانی دیتے رہتے تھے تا کہ خشک نہ ہونے پائیں اور وہ بھی ان کے سائے میں آرام کر کے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے۔

جب سفر سے لوٹتے تو سب سے پہلے روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہوتے اور سلام عرض کرتے، مدینہ منورہ سے اس قدر محبت تھی کہ کسی حالت میں بھی وہاں سے نکلنا گوارا نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس چیز کو پسند فرماتے، یہ بھی اسے پسند فرماتے اور جس چیز سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احتراز کرتے اس سے حضرت عبداللہؓ بھی احتراز کرتے تھے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ طیبہ سے بہت محبت تھی اس لئے ابن عمرؓ بھی اس کو بہت عزیز رکھتے تھے۔

ایک دفعہ ان کے خادم نے تنگ دستی کی بنا پر مدینہ چھوڑنے کی اجازت چاہی تو آپؓ نے فرمایا: ''تم نہیں جانتے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس شہر سے کتنا پیار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے جو شخص مدینہ کے مصائب و تکالیف پر صبر کرے گا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا۔ چنانچہ دنیا کی خوش حالی کے بدلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے محروم نہ ہوں گا۔'' (مسند احمد بن حنبلؒ جلد 2)

حضرت عبداللہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل اولاد سے بھی غیر معمولی محبت تھی وہ لوگوں کو اکثر ان کے فضائل سے آگاہ کرتے رہے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ مناسک حج کے بہت بڑے عالم تھے اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ مناسک حج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام سنن کا بدرجہ غایت لحاظ رکھتے تھے۔ حج کے سفر میں وہی راستہ اختیار فرماتے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار فرمایا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذوالحلیفہ میں

اُتر کر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ بھی ضرور ذوالحلیفہ میں نماز ادا کرتے تھے۔ جن مقامات پر نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منزل کی تھی وہ بھی وہاں منزل کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد قبا میں کبھی پیادہ اور کبھی سواری پر تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ حضور مکہ میں داخل ہونے سے قبل بطحا میں تھوڑا سا سو لیتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی معمول تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے شیدائیوں اور جاں نثاروں کی دعوت ہمیشہ قبول کرلیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بھی کسی کی دعوت رد نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ روزہ کی حالت میں بھی تشریف لے جاتے گو کھانے میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ غرض وہ تمام امور میں اسوہ حسنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش نظر رکھتے تھے۔

"کشش تیری اے ذوق دیدار کیا تھی؟"

ایک دفعہ کہیں جارہے تھے کہ راستے میں ایک بدوّ ملا، حضرت ابن عمرؓ نے اسے سلام کیا، گدھا اور عمامہ اتار کر اسے دے دیا۔ ابن دینارؒ ساتھ تھے۔ انہوں نے عرض کیا، اللہ آپ کو صلاحیت دے یہ بدوّ تو معمولی چیزوں سے خوش ہوجاتے ہیں۔ "فرمایا: اس کے والد میرے والد کے دوست تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک ہے۔" (ابن سعد تذکرہ ابن عمرؓ)

حضرت عبداللہؓ کے بعض غلام آزاد ہونے کے لئے بڑے عبادت گزار بن جاتے تھے۔ ان کے بعض احباب نے عرض کیا کہ یہ لوگ عبادت میں مخلص نہیں ہیں اور آپؓ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ فرمایا: "جو شخص ہم کو اللہ کے ذریعے دھوکہ دیتا ہے ہم اس سے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔"

(ابن سعد جز 4 قسم اول ص 123)

صحابہ کرامؓ کو ایمان کا کمال درجہ حاصل تھا۔ ایک دفعہ عبداللہؓ بن عمرؓ کے پاؤں سو گئے تو کسی نے کہا کہ آپؓ 'اپنے محبوب کو یاد کرلو، فوراً بولے یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' ان کے پاؤں ٹھیک ہوگئے۔ معمولی لباس پہنتے تھے کبھی کبھار عمدہ لباس بھی زیب تن کر لیتے وہ بھی اس لئے کہ ایک دو مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا تھا۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے یہ جلیل القدر فرزند حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی ضعیف العمری کے

زمانے میں ایک دن مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیٹھے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام زیدؓ بن حارثہ کے پوتے محمدؓ بن اسامہؓ اُدھر آ نکلے، یہ ایک نوجوان تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، محمدؓ بن اسامہؓ کو دیکھ کر بے خود ہو گئے۔ آپؓ کے دل میں یادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شدت سے تڑپ اُٹھی، بے اختیار اُٹھے اور تعظیم وعقیدت سے اس نوجوان کو گلے لگا لیا۔ قلب وجگر میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شعلے بھڑکنے لگے آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ پڑا، رقت کے عالم میں فرمانے لگے: ''اے ابن اسامہؓ! کاش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے دیکھتے تو تیرے باپ اُسامہؓ اور دادا زیدؓ کی طرح تجھے بھی محبت کرتے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے باپ اُسامہؓ سے اپنی محبت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا تھا: ''زیدؓ بن حارثہ مجھے سب لوگوں سے محبوب اور ان کے بعد یہ اُسامہؓ بن زیدؓ سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔'' محمدؓ بن اُسامہؓ تم انہیں زیدؓ اور اسامہؓ کی نشانی ہو، یہ کہہ کر عبداللہؓ نے انہیں سینے سے چمٹا لیا اور زار و قطار رونے لگے۔'' (صحیح بخاری مناقب زیدؓ بن حارثہ)

آپؓ کی ذات گرامی اوصاف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی زندہ تصویر اور ایسا جامع مرقع تھی۔ جس کا صرف ایک نظر دیکھ لینا اور چند ساعتیں آپؓ کی صحبت اٹھا لینا برسوں کی درس و تدریس کے برابر ہوتا ہے۔

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ہر شخص کچھ نہ کچھ بدل گیا مگر عمر فاروقؓ اور ان کے بیٹے عبداللہؓ نہیں بدلے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت وکیفیت کا حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے زیادہ کوئی پابند نہیں رہا۔

حضرت نافعؒ جو حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کے شاگرد خاص تھے اور تیس برس ان کی خدمت میں رہے وہ تابعینؒ اور اپنے شاگردوں سے کہتے اگر اس زمانہ میں ابن عمرؓ ہوتے تو ان کو آثار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شدت سے اتباع کرتے ہوئے دیکھتے تو یہی کہتے یہ دیوانہ ہے۔

(مستدرک حاکم ابن سعد تذکرہ ابن عمرؓ)

عبداللہؓ بن عمرؓ کی ذات دوسروں کے لئے نمونہ تھی لوگ دعا کرتے تھے، خدایا! ہماری زندگی

میں عبداللہؓ بن عمرؓ کو زندہ رکھ کہ ان کی اقتداء سے فیض یاب ہوتے رہیں۔ان سے زیادہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی واقف کار نہیں۔(ابن سعد جز چار قسم اول)

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے اسلام کے زیر سایہ نشو ونما پائی، فاروق اعظمؓ کی تعلیم و تربیت اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت بابرکت نے اس پر اور جلا دے دی تھی۔اس لئے وہ خلق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکمل نمونہ بن گئے تھے۔اگرچہ تمام صحابہ کرامؓ پر خلق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اثر تو پڑا تھا لیکن ابن عمرؓ پر ایسا گہرا اثر تھا کہ ان کی ہر ادا سے شان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آشکارا تھی اور وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر وہ کام اسی طرح کرتے تھے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرتے دیکھتے تھے۔ابن عمرؓ اپنے زمانے میں بے نظیر تھے۔اس سے بڑھ کر ان کے زہد و تقویٰ کی کیا سند ہو سکتی تھی کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ''رجل صالح'' کی سند عطا فرمائی۔حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کو پابندی سنت کا والہانہ جنون تھا۔(مستدرک حاکم)

عشق اول، عشق آخر، عشق کل

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت بدیل بن ورقا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت بدیلؓ بن ورقا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قبیلہ بنوقزاعہ کے سردار تھے۔ فتح مکہ سے پہلے ان کا قبیلہ مسلمانوں کا حلیف تھا۔ ان کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑے اچھے مراسم تھے۔ فتح مکہ کے آس پاس انہوں نے اسلام قبول کرلیا تو یہ راہ ورسم عشق وعقیدت میں بدل گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر بات پر آمنا وصدقنا کہنے پر تیار رہنے لگے۔

اسلام قبول کرنے کے وقت ان کی عمر ستانوے (97) سال تھی لیکن اس عمر میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت ومدد کا ایسا شوق سوار تھا کہ حنین وطائف اور تبوک وغیرہ سب غزوات میں بڑے شوق وذوق سے شریک ہوئے۔ حنین کی جنگ میں بڑی مستعدی دکھائی، اس موقع پر مال غنیمت اور مشرک قیدیوں کی نگرانی انہوں نے بڑی تندہی اور مستعدی سے کی۔

حضرت بدیلؓ بن ورقا کا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ عشق ومحبت کا یہ حال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر چیز سے غیر معمولی پیار رکھتے تھے۔ جب ان کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اپنے صاحبزادے کو پاس بلایا اور کہا: ''میرے عزیز بیٹے! میرے پاس ایک بڑی نایاب چیز ہے اس کو آج تک میں نے اپنی جان سے عزیز رکھا ہے۔ اب مجھے لگتا ہے کہ میرے انتقال کا وقت قریب آ گیا ہے۔ چنانچہ اب اس امانت کو تمہارے سپرد کرتا ہوں۔'' پھر اپنے سرہانے سے ایک خط نکال کر آنکھوں سے لگایا اور اسے اپنے بیٹے کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک ہے جو ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے لکھا تھا۔ یہ خط میرے لئے آنکھوں کی روشنی سے زیادہ عزیز ہے۔ اس کو میں نے دنیا کی ہر دولت سے زیادہ محبوب رکھا ہے۔ اب یہ تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اس کو نہایت ادب واحتیاط اور محبت سے رکھنا، جب تک یہ خط تمہارے پاس رہے گا تم خیر وبرکت میں رہو گے۔ (اسد الغابہ، جلد اول)

''عجب چیز ہے لذت آشنائی''

قبول اسلام کے وقت اگرچہ ان کی عمر 97 سال تھی مگر داڑھی کے سب بال سفید تھے۔ حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کتنی عمر ہے؟ عرض کیا، ستانوے برس۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''خدا تمہارے جمال اور بالوں کی سیاہی میں ترقی دے۔'' آثار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گہری محبت، عقیدت اور شیفتگی رکھتے تھے۔

(اصابہ جلد اول، اسد الغابہ جلد اول)

قبول اسلام کے بعد وہی قریش جوان کے قبیلے کے درپے آزاد رہتے تھے۔ ان کے گھر اور ان کے غلام رافع کی پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ 6ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کے قصد سے مکہ تشریف لے گئے تو حدیبیہ کے مقام پر قریش کی مزاحمت کے ارادہ کی خبر ان ہی نے دی تھی۔ (بخاری شریف کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحہ مع اہل الحرب)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تو دیتا ہے بت ہستی کو ابراہیم عشق

حضرت اویس قرنیؓ نے عالم جسمانی میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے کا شرف کبھی حاصل نہیں کیا لیکن روحانی طور پر ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا خیال رہتا تھا۔ بڑی تمنا تھی کسی طرح محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف دیدار حاصل ہوجائے۔ فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

بقول علامہ اقبالؒ: ''اویسؓ طاقت دیدار کو ترستا تھا۔''

سید التابعین، افضل التابعین، سیدنا حضرت اویس قرنیؓ کے ذکر کے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت تشنہ سی محسوس ہوتی ہے۔ آپ زندگی بھر مستور رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو خیر التابعین کے لقب سے نواز رکھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی خوشبوئے محبت پہنچتی رہتی تھی کیونکہ وہ فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ مستور رہنے کی وجہ سے لوگوں کی نگاہوں سے ان کی حقیقت پوشیدہ تھی۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ اکثر لوگوں کے اذہان میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عہد مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں زندہ ہونے کے باوجود بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیوں حاضر نہ ہوسکے؟

حقیقت حال یہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ نہایت غریب ہیں ان کی بوڑھی ضعیفہ ماں ہے جو ایمان لے آئی ہے آنکھوں سے معذور (اندھی) اور اپاہج ہے۔ اویس دن بھر اونٹ چراتے ہیں شام کو جو کچھ بطور اُجرت ملتی ہے اس سے اپنا اور اپنی ماں کا پیٹ بھرتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم انہیں دیکھ سکیں گے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ابوبکر صدیقؓ تو انہیں نہیں دیکھ سکیں گے البتہ عمرؓ اور علیؓ کی ان سے ملاقات ہوگی، میں ان دونوں سے کہتا ہوں کہ جب تم ان سے ملو تو میرا اسلام کہنا اور یہ بھی کہنا میری اُمت کی بخشش کے لئے دعا کریں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ترجمہ ''اللہ کے محبوب ترین بندے وہ ہیں جو پرہیز گار اور پوشیدہ رکھنا پسند کریں۔ (ماخوذ از تاریخ الاولیاء)

غزوہ احد میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو دانت مبارک شہید ہو گئے۔ جب حضرت اویس قرنیؒ کو معلوم ہوا تو تڑپنے لگے اور زار و قطار روتے تھے۔ انہیں احساس ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دانت ٹوٹنے سے کتنی تکلیف ہوئی ہوگی اور تم یہاں آرام سے ہو تو انہوں نے پتھر مار کر اپنا دانت توڑ ڈالا، پھر خیال آیا کہ یہ نہیں یہ دانت ہو سکتا ہے اس لئے اُسے بھی توڑ ڈالا پھر سوچا ممکن ہے نیچے کا دانت ٹوٹا ہو، اس لئے نیچے کا دانت بھی توڑ ڈالا، غرض ایک ایک کر کے انہوں نے اپنے تمام دانت توڑ ڈالے کہ کسی طرح حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل اتباع ہو سکے ہر وقت عاشقانہ وارفتگی اور شوریدگی کی حالت میں رہتے، لوگ آپ کو دیوانہ اور پاگل کہتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی والدہ کی خدمت کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ ان کی یہی ادا بارگاہ خداوندی میں پسند کی گئی اور انہیں ایمان و عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابدی دولت سے نواز دیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کو حضرت اویس قرنیؒ کے تمام حالات سے آگاہ کر دیا تھا۔ فرمایا میری اُمت میں ایک ایسا شخص ہوگا جس کا نام اویس بن عبداللہ قرنی ہوگا، اس کی مغفرت کی دعا سے میری اُمت ربیع و حضر کی بکریوں کے بالوں کے برابر بخشی جائے گی۔

والدہ کی اجازت سے ایک دفعہ مدینہ منورہ گئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مہم پر تشریف لے گئے تھے۔ چنانچہ والدہ کی نصیحت کے مطابق آپؒ فوراً واپس چلے آئے۔ کہا جاتا ہے کہ دوسری مرتبہ والدہ کی وفات کے بعد حج کے لئے گئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ سے مل کر واپس تشریف لے گئے۔

قدرت کا عجب راز ہے کہ ان روایات کے مطابق حضرت اویس قرنیؒ دو بار رسالت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے مگر زیارت نہ کر سکے۔ یہ سچ ہے اللہ رب العزت کی مشیت یہی تھی مگر اس بظاہر ''محرومی'' میں اللہ تعالیٰ کا کوئی نہ کوئی راز پوشیدہ ہوگا۔ عقلی طور پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ حضرت اویسؒ قرنی یقیناً فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور عشق و محبت کے جس مقام پر تھے اس کا تقاضا یہی تھا کہ بظاہر دیدار سے مشرف نہ ہوں۔ ہو سکتا تھا کہ آپؒ اس جلوہ طور نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متحمل نہ ہو سکتے کیونکہ آپؒ کا عشق وارفتگی اور از خود رفتی کے جس مقام پر تھا وہ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک سر نہاں تھا۔

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا حضرت اویس قرنیؒ سے ملنا:

یمن کے تاجروں کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے اویس قرنیؒ کا حال پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ اس نام کے شخص یمن میں ضرور ہیں لیکن غیر معروف ہیں۔ یمن والے ان کی عزت نہیں کرتے انہیں دیوانہ ووحشی سمجھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ہاں! نا اہل ان کی قدر نہیں جان سکتے وہ تو اللہ اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ہیں ان کی دیوانگی ووحشت تمہاری دانش مندی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

بعد کو جب وہ حضرت عمرؓ وحضرت علیؓ سے ملے یعنی یہ دونوں حضرات یمن پہنچے انہیں تلاش کیا، وہ نماز پڑھ رہے تھے جب نماز سے فراغت پائی ان دونوں بزرگوں نے انہیں سلام کیا اور نام پوچھا تو آپؒ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا حقیر بندہ ہوں۔ گمنام ہی رہنا چاہتا ہوں، آخر بہت اصرار کے بعد کہا میرا نام اویس ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں آپؒ کا داہنا ہاتھ اور داہنا پہلو دیکھنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے بلا تامل اپنا ہاتھ اور پہلو دکھا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو علامت بیان فرمائی تھی، وہ موجود تھی۔ حضرت عمرؓ نے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ادنیٰ غلام ہوں اور میرے ساتھ علیؓ بن ابی طالب ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی اور صحابی ہیں۔ ہم دونوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ تم اویسؒ قرنی سے ملو تو میرا اسلام کہنا اور کہنا میری اُمت کے لئے دعا کریں۔

حضرت اویس قرنیؒ نے جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام سنا تو ایک چیخ ماری اور یا حبیبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ کر رونے لگے۔ بہت دیر تک تڑپتے رہے، جب ذرا سکون ہوا تو کہا۔ اے عمرؓ! اللہ تبارک تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہزاروں رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر ارشاد کے بسر وچشم حاضر ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ آپؓ اس بات کے زیادہ اہل ہیں کہ اُمت خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دعا فرمائیں۔

جب حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو ان کے دانت ٹوٹنے کا قصہ معلوم ہوا، انہیں انتہائی حیرت ہوئی اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جوش دیکھ کر رونے لگے اور کہا کہ ''اویسؒ! واقعی عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارا ہی حق ہے۔''

عقل و دل، نگاہ مرشد اوّلین ہے عشق   عشق نہ ہو تو شرع و دین بتکدہ تصورات

(تذکرۃ الاولیاء، فریدالدین عطار)

حضرت اویس قرنیؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض وکرم سے باطن آنکھوں سے حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشاہدہ کرتے رہتے تھے اور ہر وقت اسی عشق کے جذب دروں میں رہتے تھے، چنانچہ انہوں نے آخری دم تک مستور رہنا ہی پسند فرمایا اور آخرت میں بھی مستور رہنے کی دعا فرمائی۔ ایک روایت کے مطابق قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کی شکل وصورت کے کئی فرشتے پیدا فرمادے گا جس سے انہیں کوئی پہچان نہ سکے گا۔ حضرت اویس قرنیؓ عشق ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک سر نہاں ہیں جو قیامت کے بعد بھی پوری مستور ہی رہے گا۔ ان کی زندگی میں کئی اسرار ورموز پوشیدہ ہیں جو شائد کسی کو معلوم نہ ہوسکیں۔ انہیں صرف اللہ تعالیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اویس قرنیؓ ہی جانتے ہیں۔

بہرحال یہ حقیقت وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ حضرت اویس قرنیؓ ہی ''حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندہ مثال ہیں۔ عشق الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ عشق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو تسلیم ورضا اور قرآن وسنت کی پیروی کا واحد آخری ذریعہ ہے۔ (سیرت رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قرآنی سیرت وفلسفہ سیرت، سال اشاعت اکتوبر 2005ء دعا پبلی کیشنز)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سیدنا حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا شمار شمع رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان پروانوں میں ہوتا ہے جو آسمان علم وفضل کے آفتاب و ماہتاب تھے۔

حضرت عباسؓ فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے حلقہ بگوش اسلام ہوئے اس وقت حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کی عمر گیارہ برس سے زیادہ نہ تھی لیکن اپنے والدگرامی حضرت عباسؓ کے حکم سے اکثر بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتے تھے۔ایک روز انہوں نے آکر عرض کیا۔"میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایسے شخص کو دیکھا جس کو میں نہیں جانتا ہوں، کاش! مجھے معلوم ہوتا وہ کون تھے؟

حضرت عباسؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہؓ کو بلا کر فرطِ محبت سے اپنی آغوش عاطفت میں بٹھایا اور سر پر دست مبارک پھیر کر دعا فرمائی:

"اے خدا!اس پر برکت نازل فرما اور اس سے علم کی روشنی پھیلا۔"

ایک مرتبہ وہ نماز میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اپنے برابر کھڑا کر لیا لیکن وہ تذبذب میں کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا،"تمہارا کیا حال ہے؟ بڑی محبت و عقیدت سے عرض کی،"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر کھڑا ہونا کسی کے لئے مناسب ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول خدا ہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے ازدیادِ علم وفہم کی دعا فرمائی۔

(بخاری جلد 1 ص 97)(مسند احمد جلد 1 ص 230) مستدرک جلد 3 ص 535)

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کو ذات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غیر معمولی شیفتگی وگرویدگی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے موقع کو یاد کر کے روتے ہوئے بے قرار ہو جاتے۔

سعیدؓ بن جبیر تابعی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہؓ بن عباسؓ نے فرمایا، پنجشنبہ کا دن ،کون پنجشنبہ اتنا کہنا پائے تھے ابھی مبتداء کی خبر نہ نکلی تھی کہ زاروقطار رونے لگے اور اس قدر روئے کہ سامنے پڑے سنگریزے ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ ہم لوگوں نے کہا ابن عباسؓ! ''پنجشنبہ کے دن میں کیا خاص بات تھی فرمایا، اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری نے شدت اختیار کی تھی۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غیر معمولی شیفتگی وعقیدت کا فطری اقتضا یہ تھا کہ وہ اُمہات المومنین کے ساتھ بھی اسی عزت وتکریم سے پیش آتے تھے۔ اسی سلسلہ میں بارہا خدمت گزاری کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے بیدار ہوئے تو انہوں نے وضو کے لئے پانی لاکر رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرما کر پوچھا: ''پانی کون لایا تھا؟'' حضرت میمونہؓ نے عبداللہؓ بن عباسؓ کا نام لیا (حضرت عبداللہؓ حضرت میمونہؓ کے بھانجے تھے۔) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہو کر دعائیں دیں اور فرمایا: ترجمہ ''اے خدا! اس کو مذہب کا فقیہہ بنا اور تاویل کا طریقہ سکھا۔'' (مسند احمد، مستدرک حاکم)

فضل وکمال کے اعتبار سے ابن عباسؓ اس عہد مبارک کے ممتاز ترین علماء میں سے تھے۔ ان کی ذات ایسی زندہ کتاب خانہ تھی جس میں تمام علوم ومعارف بترتیب جمع تھے۔ قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، شاعری وغیرہ کوئی علم ایسا نہ تھا جس میں ان کو ید طولیٰ حاصل نہ رہا ہو، ان کا علم بہت وسیع تھا۔ اس لئے کچھ لوگ ان کو بحر (دریا) کہتے تھے اور حبر الامتہ (اُمت کا بہت بڑا عالم) یہ آپؓ کا بہت ہی مشہور لقب ہے۔

تیرا رتبہ رہا بڑھ چڑھ کر سب ناز آفرینوں میں

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاصؓ اپنے علم وفضل کے لحاظ سے طبقہ صحابہ کرامؓ میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔علم وفضل کے آفتاب و ماہتاب تھے۔اپنے ذی علم معاصرین کی نہایت عزت کرتے تھے۔ایک مرتبہ ان کے سامنے حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ کا تذکرہ کیا گیا تو بولے تم لوگوں نے ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا جس کو میں اس دن سے بہت دوست رکھتا ہوں جس روز نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔کہ قرآن چار آدمیوں سے حاصل کرو اور سب سے پہلے حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ کا نام لیا۔(مسلم باب مناقب عبداللہ بن مسعودؓ)

ان کے والد عمرو بن العاصؓ فاتح مصر اپنی شجاعت و بہادری، تدبیر وحکمت، عسکری مہارت اور بصیرت وذکاوت کی بنا پر تاریخ اسلام کی نہایت قدآور شخصیت ہیں جبکہ عبداللہ بن عمروؓ اپنے علم وفضل اور ذوق عبادت کے لحاظ سے نہایت اعلیٰ وارفع مقام رکھتے ہیں وہ قریش کے ان گنے چنے لوگوں میں سے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔

قبول اسلام کے بعد جلد ہی وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے انتہا محبت وعقیدت تھی۔اکثر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات بڑے ذوق وشوق سے سنا کرتے تھے بسا اوقات لکھ لیتے تھے۔

حضرت عبداللہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات وملفوظات کا ایک مجموعہ جمع کیا تھا۔حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا سب سے نمایاں کام احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتابت ہے۔وہ جو کچھ لسان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کرتے تھے اس کو لکھ لیا کرتے تھے۔بعض اصحاب کرامؓ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا۔اس پر حضرت عبداللہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''لکھو اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس منہ مبارک سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔'' رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت ملنے پر حضرت عبداللہؓ نے پھر حدیثیں لکھنا شروع کر دیں اوران کا مجموعہ مرتب کیا، جس کا نام ''الصادقہ'' رکھا۔ اس مجموعے کو نہایت عزیز رکھتے تھے کسی حالت میں بھی اس کی مفارقت گوارا نہ کرتے تھے۔ فرماتے تھے یہ وہ صحیفہ ہے جس کو میں نے تنہا لسان مبارک سے سن کر جمع کیا ہے۔ مجھ کو زندگی کی خواہش مند یہی کتاب ''الصادقہ'' بنا رہی ہے یہ نہ ہو تو مجھے جینے کی کوئی خواہش نہیں ہے۔

حضرت عبداللہؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عشق، عقیدت اور محبت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی خلوص دُعا سنتے تو یہ دُعا اپنی اولاد کو بھی تلقین کرتے۔

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرب صحابی تھے۔ ادب ومحبت کی انتہا یہ کہ وہ فرمایا کرتے تھے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وجلال کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کو کبھی نظر بھر کر نہ دیکھا تھا اس لئے اگر کوئی شخص مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک دریافت کرے تو میں نہیں بتا سکتا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت سے جو وقت بچتا تھا وہ زیادہ تر یادِحق میں صرف ہوتا تھا۔ دن عموماً روزہ سے بسر ہوتا اور رات عبادت میں گزر جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ مشغلہ اس قدر بڑھا کہ اہل وعیال اور تمام دنیاوی تعلقات سے کنارہ کش ہو گئے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ دربارِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان کی راہبانہ زندگی کی شکایت کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلا کر پوچھا اور فرمایا: ''عبداللہؓ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے عہد کیا ہے تمام عمر روزے رکھو گے رات عبادت میں گزارو گے۔'' حضرت عبداللہؓ نے فرمایا، ہاں: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔ فرمایا: ''تم اس کی طاقت نہیں رکھتے، روزہ رکھو اور افطار کرو، نماز پڑھو اور آرام کرو، مہینہ میں صرف تین روزے رکھا کرو کیونکہ ہر نیکی کا اجر دس گنا ہوتا ہے لیکن اس کا ثواب تمام عمر روزہ رکھنے کے برابر ہے۔''

عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ ''ایک دن روزہ رکھو اور دو دن افطار کرو۔'' بولے میں اس سے زیادہ رکھ سکتا ہوں۔'' حکم ہوا کہ

ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو، داؤد علیہ السلام کا یہی طریقہ تھا اور یہ روزوں کی بہترین صورت ہے۔''

عرض کی ''میں اس سے بھی بہتر روزے رکھ سکتا ہوں۔'' ارشاد ہوا ''اس سے بہتر کوئی روزہ نہیں ہے۔'' اسلام کا مطمع نظر رہبانیت نہیں ہے بلکہ انسان کے تمام فطری تعلقات کو خوش گوار بنانا ہے (بخاری باب صوم الدہر) اس بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کبھی کبھی حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاصؓ کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو تاکید کرتے کہ شوق شہادت میں حقوق العباد کو نہ بھول جائیں۔

فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف لاکر فرمایا کہ ''روزے رکھو، افطار کرو، نمازیں پڑھو، آرام کرو، کیونکہ تمہارے جسم کا، تمہاری آنکھوں کا، تمہارے اہل وعیال کا اور تمہارے دوستوں کا بھی تم پر حق ہے۔''

میں نے عرض کیا: 'دداؤد علیہ السلام کا روزہ کیا ہے؟'' ارشاد ہوا کہ ''نصف عمر'' غرض انہوں نے تمام عمر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پر پوری طرح عمل کیا۔ (ایضاً باب حق الجسم فی صوم)

تمام عمر روزوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کی پیروی کی۔ تلاوت کا اس قدر شوق تھا کہ ہر تیسرے روز قرآن پاک ختم کر لیتے تھے۔

عشق کا اک نام ہے تقلید بھی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا ابوسلمہؓ (عبداللہ بن عبدالسلام) مخزومی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت قریبہ کا شرف حاصل تھا۔ ان کی والدہ برۃ بنت عبدالمطلب ان کی پھوپھی تھی۔ امام بخاری و امام مسلم نے لکھا ہے کہ حضرت ابوسلمہؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ قبول اسلام کے بعد حضرت ابوسلمہؓ بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح قریش کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے۔ جب کفار کے مظالم انتہا کو پہنچ گئے تو 5ھ بعد بعثت (رجب 45 عام الفیل) سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی۔

پہلی ہجرت:

چنانچہ سب سے پہلے گیارہ مردوں اور چار عورتوں پر مشتمل ایک قافلہ روانہ ہوا۔ راہِ حق کے ان مسافروں میں حضرت ابوسلمہؓ اور ان کی اہلیہ ام سلمہؓ بھی شامل تھیں۔ اہل حق کو ابھی تین ماہ ہی گزرے تھے حبشہ میں کہ انہوں نے اہل مکہ کے مسلمان ہونے کی خبر سنی یا یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کفار مکہ کے درمیان صلح ہو چکی ہے۔ یہ خبر سنتے ہی مہاجرین نے حبش سے مکہ کا رُخ کیا۔ حضرت ابوسلمہؓ اور ان کی اہلیہ ام سلمہؓ بھی ان مسلمانوں میں شامل تھیں جنہوں نے مکہ کو مراجعت کی، مکہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا یہ خبر غلط تھی، تاہم انہوں نے واپس حبشہ جانا مناسب نہ سمجھا اور کسی نہ کسی کی پناہ لے کر شہر میں داخل ہو گئے۔

دوسری ہجرت:

اس واقعہ کے بعد مسلمانوں پر قریش کے مظالم میں اور شدت پیدا ہو گئی چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ حبش کے دارالامن کو چلے جائیں۔ چنانچہ 6ھ بعثت میں حبشہ کی دوسری ہجرت ہوئی جس میں 83 مردوں اور بیس خواتین کا قافلہ کفار کی سخت مزاحمت کے باوجود کسی نہ کسی طرح حبشہ پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس قافلے میں بھی ابوسلمہؓ اور اُم سلمہؓ دونوں شامل تھے۔

حبشہ میں کئی سال غریب الوطنی کی زندگی گزارنے کے بعد حضرت ابوسلمہؓ اور اُم سلمہؓ متعدد دوسرے مہاجرین کے ساتھ مکہ معظّمہ واپس آ گئے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت الی المدینہ سے کچھ عرصہ پہلے کا واقعہ ہے۔ یہاں پہنچ کر پھر اپنے قبیلے اور دوسرے کفار کی ستم رانیوں کا ہدف بن گئے۔

حضرت ابوسلمہؓ نے کفار کے مظالم سے تنگ آ کر مدینہ کی طرف ہجرت کا قصد کیا۔ حضرت ابوسلمہؓ اور ان کی اہلیہ ام سلمہؓ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے انتہا محبت وعقیدت میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار رہتے تھے جب حضرت ابوسلمہؓ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کا ارادہ کیا تو اپنے ساتھ بیوی اور بچے کو بھی لے لیا۔ پیاری بیوی اور نور نظر سلمہ کو اونٹ پر سوار کر کے خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر پیدل ساتھ ساتھ چل پڑے۔ کسی طرح ان کے سسرال والوں یعنی بنومغیرہ کو خبر ہوگئی انہوں نے آ کر اونٹ کو گھیر لیا اور کہا تم جاسکتے ہو لیکن ہماری لڑکی تمہارے ساتھ نہیں جاسکتی اور زبردستی ام سلمہؓ کو ساتھ لے چلے۔ ابھی یہ بات ہو رہی تھی اتنے میں ابوسلمہؓ کے خاندان کے لوگ (بنوعبدالاسد) آ پہنچے۔ انہوں نے ام سلمہؓ سے ان کا بچہ چھین لیا۔ ''یہ بچہ ہمارے قبیلے کی امانت ہے۔ اس کو تم نہیں لے جاسکتے۔'' اس چھینا جھپٹی میں ننھے سلمہ کا ہاتھ اُتر گیا۔

علامہ بلاذریؒ کا بیان ہے کہ ابوسلمہؓ کا یہ ہاتھ مرتے دم تک ٹھیک نہ ہوا۔ یہ ایک دردناک منظر تھا لیکن ابوسلمہؓ دل پر پتھر رکھ کر بیوی بچے کے بغیر تن تنہا مدینے کی طرف روانہ ہوگئے۔ بیوی بچے کے چھن جانے کا دکھ وصدمہ بہت ہوا لیکن وہ ان سے بھی پیاری ہستی کے پاس جا رہے تھے۔ اسی طرح وہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔ (ترجمہ) ''جس کی سرشت اس بلند وبالا سے ہے اس کا دنیا کی حقیر چیزوں سے کیا تعلق۔'' (تاریخ اسلام، اکبر شاہ خاں جلد اوّل)

آرزو کے خون سے رنگین ہے دل کی داستاں

حضرت ابوسلمہؓ کی اہلیہ بنومغیرہ کے پاس اور بچہ بنوعبدالاسد کے پاس تھے۔ گویا عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دین حق کی خاطر تینوں باپ، بیٹا اور بیوی جدائی کی مصیبتیں برداشت کر رہے تھے۔

تیسری ہجرت:

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت ابوسلمہؓ پہلے مسلمان تھے جو مکہ سے مدینہ ہجرت

کر کے پہنچے۔ یہ اس سعادت مند روح کی محبت وعقیدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر تیسری ہجرت تھی۔

سیدنا ابوسلمہؓ نے اگرچہ طویل زندگی نہیں پائی لیکن اپنے اخلاص وعقیدت، راہ حق میں تحمل شدائد، حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایثار وشجاعت کے جو نقوش انہوں نے صفحہ تاریخ پر منقش کئے وہ قیامت تک ان کا نام زندہ وتاباں رکھیں گے۔

ایک دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ایک جاں نثار کی شدید علالت کی خبر ملی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ خبر سن کر بہت بے چین ہو گئے۔ اسی وقت عیادت کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ بیمار شیدائی و عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس وقت نزع کا عالم طاری تھا۔ جونہی سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گھر میں قدم رکھا، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈالی اور ساتھ ہی ان کی روح مطہر عالم بالا کو پرواز کر گئی۔

یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان کی آنکھیں بس جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کی منتظر تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے آنکھیں بند کیں اور میت کے قریب کھڑے ہو کر یوں دعا مانگی:

''الٰہی اس کی قبر کو وسیع اور روشن کر دے اس کو نور سے بھر دے۔ اپنے اس بندے کی مغفرت فرما اور ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند فرما۔''

جب ان صاحب کی نماز جنازہ پڑھی گئی تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معمول کے خلاف نو تکبیریں کہیں، لوگوں نے پوچھا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے نو تکبیریں کیسے کہیں، کیا سہو تو نہیں ہوا؟ فرمایا نہیں، بلکہ یہ تو ہزار تکبیروں کے مستحق تھے۔

یہ صحابیؓ جن کے لئے سید المرسلین، فخر موجودات، شافع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قدر پرسوز دعا مانگی اور جن کی نماز جنازہ غیر معمولی اہتمام کے ساتھ پڑھی گئی، وہ سیدنا ابوسلمہؓ عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی تھے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس بات پر تمام صحابہ کرامؓ کا کامل یقین تھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے جو بات نکلتی ہے وہ پوری نہ ہو ناممکن ہے۔ایک مرتبہ نبی صادق ومصدق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت براء بن مالکؓ انصاری کے متعلق فرمایا:''بہت سے گرد آلود، پریشان حال جو لوگوں کے نزدیک بالکل حقیر ہیں۔جنہیں لوگ وقعت نہیں دیتے لیکن یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور پورا کرتا ہے۔ براء بن مالک انصاریؓ کا شمار بھی انہیں لوگوں میں سے تھا۔

ایک معرکہ تستر میں جب ایرانیوں نے محاصرہ سے نکل کر حملہ کر دیا اور مسلمان پسپا ہونے لگے تو ان کو تشویش ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ان کو یاد تھی۔ یہ لوگ براء بن مالکؓ کے پاس آئے کہ آج اگر وہ قسم کھالیں تو مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہو جائے۔

حضرت براء بن مالکؓ نے فوراً کہا،''اے اللہ! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ مسلمانوں کو فتح نصیب کر اور مجھے میرے آقا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے نواز دے۔''

(خیر البشرؐ کے چالیس جاں نثار ص274)

بے تاب ہو رہا ہوں فراق رسولؐ میں
اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام

حضرت براءؓ نے خود مجاہدین کے ساتھ مل کر ایرانیوں پر ایک سخت حملہ کیا اور ایرانیوں کو شکست ہوئی۔حضرت براء بن مالکؓ کا اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کا اشتیاق بھی پورا ہوا۔ وہ ہرمزان سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔(اصابہ)

انہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غایت درجہ محبت وشیفتگی تھی۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اور اطاعت ان کا محبوب مشغلہ تھا۔یہی سبب تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان پر بے حد شفیق تھے اور انہیں اللہ کے پیارے بندوں میں سے ایک قرار دیتے تھے۔حضرت براء بن مالکؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک سن کر فرط مسرت سے بے خود ہو گئے تھے۔

(خیر البشرؐ کے چالیس جاں نثار ص 267)(سیر انصار، جلد اول)

ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند سال پہلے کا ذکر ہے کہ مدینہ منورہ میں کسی جگہ شمع رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروانے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد حلقے کی صورت میں بیٹھے تھے اور فیضان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہرہ یاب ہو رہے تھے۔ اتنے میں دور ایک گلی سے ایک صاحب نمودار ہوئے جو بھاگم بھاگ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب آ رہے تھے۔ ان کے جسم پر نہایت پرانی پیوند لگی دو چادریں تھیں، سر اور داڑھی کے بال پراگندہ، انہوں نے قریب آ کر نہایت ادب سے سلام کیا اور بیٹھ کر بڑے ذوق وشوق سے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سننے لگے۔ اثنائے گفتگو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

''بہت سے گرد آلود اور پراگندہ مو آدمی، دو پرانی چادروں والے، جو لوگوں کے نزدیک نہایت حقیر ہیں، جب قسم کھا بیٹھتے ہیں تو اللہ تبارک تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے اور براءؓ بھی ایسے ہی آدمیوں میں سے ہیں۔'' یہ نو وارد براءؓ ہی تو تھے، خیر الخلائق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی سن کر وہ فرط مسرت سے بے خود ہو گئے اور بے اختیار ان کی زبان پر تحمید وتہلیل جاری ہو گئی۔

حافظ ابن عبد البرؒ نے براءؓ بن مالک کا شمار جلیل القدر فضلاء صحابہ کرامؓ میں شامل کیا ہے کیونکہ وہ برسوں فیض نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہرہ یاب ہوئے۔

تمام اہل سیر ان کی بے مثل شجاعت، جرأت اور بے خوفی کے معترف ہیں اور اس کے ساتھ ان کے مستجاب الدعوات ہونے پر بھی سب کا اتفاق ہے۔ (خیر البشرؐ کے چالیس جاں نثار ص 275)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خبیبؓ بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خبیب بن عدیؓ مدینہ منورہ کی ان خوش بخت ہستیوں میں سے تھے جنہیں ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل اسلام کی سعادت عظمیٰ حاصل ہوئی۔ خبیبؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ عقیدت و محبت تھی ان کے دل میں دین حق پر مر مٹنے کا جذبہ ہر وقت موجزن رہتا تھا۔

حضرت خبیب بن عدیؓ تاریخ اسلام کے وہ بطل جلیل ہیں جو امت مسلمہ میں سب سے پہلے دین حق کے لئے تختہ دار کی منزل سے گزرے۔ آپ عشاق حق کے سرخیل اور میر کارواں ہیں۔ جنگ اُحد کے بعد 3 ھ میں کفار مکہ نے مسلمانوں کے ساتھ ایک سنگین قسم کی بد دیانتی کی انہوں نے عرب کے دو قبائل عضل اور قارہ کو اپنے ساتھ ملا کر ان کے وفود مدینہ بھجوائے، جنہوں نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کے قبائل اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے معلّمین بھیجے جائیں جو انہیں اسلام کی تعلیمات دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھ صحابہ کرامؓ کو حضرت عاصم بن ثابتؓ کی سرکردگی میں بھیج دیا۔ ان صحابہ کرامؓ میں حضرت خبیبؓ بھی شامل تھے۔ از راہ مکر انہوں نے حضرت عاصم بن ثابتؓ سے اپنے قبائل کے اکثر لوگوں کی محبت کا بہت کچھ اظہار کیا۔ حضرت خبیبؓ بلاشبہ قریش کے ایک سردار کے قاتل تھے لیکن انہوں نے یہ قتل کسی دھوکے اور فریب سے نہیں کیا تھا بلکہ عین میدان کارزار میں مردوں کی طرح لڑ کر مقابلہ کیا تھا۔ اب قریش ان پر قابو پا کر جس بدکرداری کا مظاہرہ کر رہے تھے وہ دنیا کے کسی آئین میں روا نہ تھا۔ یہ کھلی شیطانیت اور بزدلی تھی کہ رسیوں میں جکڑے ہوئے ایک بے بس قیدی کو بیسیوں مسلح آدمی مل کر ماریں ایسا فعل تو عربوں کی قومی روایات کے بھی یکسر خلاف تھا۔ لیکن مشرکین قریش جوش انتقام میں بالکل اندھے ہو گئے تھے۔ انہوں نے طے کیا انہیں سولی پر لٹکا کر نیزوں کے کچوکوں سے ہلاک کیا جائے۔

واقعہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت جب رجیع کے مقام پر پہنچی تو عضل اور قارہ کے وفد نے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق غداری کی اور بنو لحیان کو اطلاع بھیجی کہ تمہارا شکار آ پہنچا ہے۔ چنانچہ دو سو لحیانی مسلح افراد نے حق کی اس مختصر جماعت پر اچانک حملہ کر دیا۔ اس بدعہدی اور اچانک

حملے پر یہ صحابہ کرامؓ باوجود غیر مسلح ہونے کے دشمن سے نبرد آزما ہوئے۔ چار صحابہ کرامؓ شہید ہو گئے دو گرفتار کر لئے گئے۔ گرفتار شدگان میں حضرت خبیبؓ بن عدی اور زیدؓ بن دثنہ تھے۔ دونوں کو مکہ لے آئے جہاں ان دنوں حیوانوں کی طرح انسانوں کی خرید وفروخت ہوتی تھی۔

جب قریش کو معلوم ہوا کہ بنولحیان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو ساتھیوں کو گرفتار کر کے مکہ لائے ہیں تو انہیں بڑی خوشی ہوئی اور بازاروں کی طرف یہ دکھنے کے لئے لپکے کہ قیدیوں میں کوئی ان کے کسی عزیز کا قاتل تو نہیں۔ حضرت خبیبؓ نے غزوہ بدر میں قریش کے ایک سردار حارث بن عامر بن نوفل کو قتل کیا تھا اس لئے جب حارث کے اعزاء نے خبیبؓ کو دیکھا تو خوش ہو گئے کہ اتنی آسانی سے حارث کے انتقام لینے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ حارث کے بیٹے نے حضرت خبیبؓ کو سو اونٹوں کے عوض خرید لیا۔ انہوں نے خبیبؓ کو شہید کرنے کا خاص اہتمام کیا۔ یہ لوگ دونوں قیدیوں کو لے کر مقام تنعیم پر آئے۔ یہاں ایک بڑا میلہ لگا ہوا تھا۔ حضرت خبیبؓ نے مجمع پر اور سولی پر ایک نظر ڈالی۔ ان کے چہرے پر گہری طمانیت اور سکون کو سارا ہجوم دیکھ رہا تھا۔ ظالموں نے آپؓ سے آخری خواہش پوچھی تو حضرت خبیبؓ نے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت مانگی اور دو رکعت نماز ادا کی۔

اپنے چاروں طرف ہر شخص کو بدترین دشمن کے روپ میں دیکھ کر دعا مانگی: ''الٰہی ہم نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا ہے تو اپنے محبوب رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے حال کی خبر پہنچا دے ان کو اور ان کے صحابہ کرامؓ کو میرا تحفہ سلام پہنچا دے۔''

تاریخ بتاتی ہے کہ جب اس عاشق صادق نے اللہ رب العزت سے یہ التجا بھری درخواست کی، اُسی لمحے مدینہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو منبر پر کھڑے تھے یکایک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی اور لسان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ الفاظ جاری ہو گئے:

''**علیک السلام یا خبیبؓ، علیک السلام یا خبیبؓ**'' یعنی اے خبیبؓ! تجھ پر سلام، اے خبیبؓ تجھ پر سلام) صحابہ کرامؓ نے حیرت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کیا فرما رہے ہیں؟ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''خبیبؓ کو دشمنوں نے شہید کر دیا ہے۔ یہ جبرائیل علیہ السلام مجھے خبیبؓ کا سلام پہنچاتے

ہیں۔''(فتح الباری جلد 7 ص 295)

مرد مومن نے تختہ دار پر اپنی آخری خواہش و آرزو کا اظہار کیا۔''کہ انہیں قبلہ رُخ کر کے تختہ دار پر کھڑا کیا جائے تا کہ زمین پر گریں تو ان کا منہ قبلہ رخ ہو اور سجدہ ریز ہوں۔دشمن نے یہ آرزو پوری نہ کی اور ان کا رخ قبلہ کی مخالف سمت کر دیا۔قدرت نے ان کی شہادت کے ساتھ ہی ان کی آخری آرزو پوری کر دی تختہ دار اچانک پھر گیا اور حضرت خبیبؓ کا منہ قبلہ کی جانب ہو گیا۔''(اصابہ ص 104 جلد 2)

حضرت خبیبؓ اور حضرت زید بن دثنہؓ کو جس وقت سولی چڑھایا جا رہا تھا تو مسلح نوجوانوں کو حکم ملا ان کے ایک ایک جسم کے حصے پر نیزوں سے چرکے لگائیں۔شقی انقلب اعداء نے جلیل القدر دشمنوں کو باندھ کر ان کے جسم کو نیزوں سے چھلنی کر دیا مگر دین حق کے ان عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُف تک نہ کی۔

عزوہؓ اور موسیٰؒ بن عقبہ سے روایت ہے کہ مشرکین نے جب آپؓ کو سولی پر لٹکایا تو پکارا اور قسم دے کر پوچھا کیا تمہیں پسند ہے کہ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری جگہ سولی پر ہوں اور تم اپنے بیوی بچوں کے ساتھ آرام سے گھر بیٹھو اور چھوٹ جاؤ۔''اس عاشق صادق شہید وفا نے فوراً جواب دیا:''خدا کی قسم! مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے اقدس میں کانٹا بھی چبھے اور میں اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا رہوں اور میری جان بچ جائے۔''''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنوں کو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہیں۔''

قرآن کے اس فرمان کی یہ کتنی سچی اور عملی تفسیر تھی۔کیا شان ہے اس تفسیر کی کہ جو تختہ دار پر کھڑے ہو کر اور جگر پاش پاش کراتے ہوئے خبیبؓ نے دنیا کے سامنے پیش کی۔(البدایۃ والنہایۃ) اس کے کفار نے حضرت خبیبؓ کو برگشتہ کرنے کی آخری کوشش کی، لیکن انہوں نے پائے استحقار سے ٹھکرا دیا یعنی نفرت سے ٹھکرا دیا۔ظالموں نے اب سولی کا رسہ کھینچ دیا۔اس کے بعد مشرکین نے اس عاشق صادق کی لاش کو سولی پر لٹکتا چھوڑ دیا۔

(صحیح بخاری کتاب کی مغازی۔زادالمعاد، سیرت ابن ہشام)

جفا جو عشق میں ہوتی ہے جفا ہی نہیں ستم نہ ہو محبت میں کچھ مزہ ہی نہیں

(اقبالؒ)

حضرت سعید بن عامرؓ ایک صحابیؓ کا واقعہ ہے وہ بڑے صاحب بصیرت نو جوان تھے حضرت عمرؓ کے زمانے میں ان کو کسی علاقے کا عامل مقرر کیا گیا وہ کبھی کبھار اچانک بے ہوش ہو کر گر جاتے بڑی دیر بعد ہوش میں آتے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں بلا کر پوچھا: ''کیا تمہیں کوئی بیماری ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''امیر المومنینؓ! مجھے کوئی بیماری نہیں، بات دراصل یہ ہے جب حضرت خبیبؓ بن عدی کو پھانسی چڑھایا گیا میں بھی اس مجمع میں موجود تھا جب وہ منظر میرے سامنے آجاتا ہے تو بے ہوش ہو کر گر پڑتا ہوں۔'' درد اور اذیت کا وہ منظر کیا ہوگا جو برسوں بعد بھی دیکھنے والی آنکھوں کو بے چین رکھتا ہو سچی بات یہ ہے کہ اسلام کا راستہ آسان نہیں، اس منزل کے راہی جن مراحل سے گزرتے ہیں ان کے بارے میں خبیبؓ کی روح ہمیں یہ پیغام دے رہی ہے۔

یہ قدم قدم قیامت یہ سواد کوئے جاناں
وہ ابھی سے لوٹ جائیں جنہیں زندگی ہو پیاری

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حبیبؓ بن زید انصاری اس جلیل القدر ماں کے فرزند تھے جس کے متعلق سید المرسلین خیر الخلائق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا: ''میں جنگ اُحد میں اُم عمارہؓ کو اپنے برابر دائیں بائیں لڑتے دیکھتا تھا۔'' اور جس کے حق میں خدا کے برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی تھی کہ :اے اللہ! اُم عمارہؓ کو جنت میں میرے ساتھ کیجیو۔''

(خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چالیس جاں نثار ص403)

حضرت حبیبؓ نے اسی بہادر وشجاع ماں کا دودھ پیا تھا۔ علامہ ابن سعدؒ کا بیان ہے 3ھ میں حبیبؓ اپنی والدہ اُم عمارہؓ اور بھائی عبداللہؓ کے ساتھ جنگ اُحد میں شریک ہوئے اور آخر تک نہایت ثابت قدمی کے ساتھ لڑتے رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد مسیلمہ کذاب نے کھل کھلا کر نبوت کا دعویٰ کر کے لوگوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ اسی زمانے میں ایک دن حضرت حبیبؓ عمان سے مدینہ آ رہے تھے کہ اس ظالم کے ہاتھ پڑ گئے۔ اس نے حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟'' حضرت حبیبؓ نے جواب دیا کہ ''وہ اللہ کے سچے اور برگزیدہ رسول ہیں۔'' مسیلمہ بولا: ''نہیں یہ کہو مسیلمہ اللہ کا سچا رسول ہے۔'' حضرت حبیبؓ نے نہایت حقارت سے اس کی بات مسترد کر دی، ظالم مسیلمہ نے تلوار کے ایک وار سے ان کا ہاتھ شہید کر دیا اور ان سے کہا کہو کہ اب میری بات مانو گے یا نہیں؟ حضرت حبیبؓ نے جواب دیا: ''ہر گز نہیں، اب مسیلمہ نے ان کا دوسرا ہاتھ بھی شہید کر ڈالا اور کہا اب بھی میری رسالت کو تسلیم کر لو۔

اس عاشق صادق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام عمارہؓ جیسی ماں کا دودھ پیا تھا، بولے ہر گز نہیں، ہر گز نہیں۔ اشھدان محمد رسول اللہ۔

اب مسیلمہ فرط غضب سے دیوانہ ہو گیا۔ اب اس نے حضرت حبیبؓ کا ایک ایک بند کاٹنا شروع کر دیا۔ ظالم و بدبخت راہ حق اور حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت حبیبؓ کا رقص

بسمل دیکھ کر قہقہے لگا تا رہا۔ حضرت حبیبؓ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے لیکن راہِ تسلیم و رضا سے ان کے قدم ایک لمحہ کے لئے بھی نہ ڈگمگائے۔ وہ جسم کا ہر ٹکڑا کاٹنے کے بعد اپنی اطاعت کے لئے کہتا، لیکن حضرت حبیبؓ جو عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار تھے ہر بار اس کی پیشکش کو ٹھکرا دیتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت وعقیدت کا جذبہ جنگ احد میں قابل دید تھا۔ حضرت ام عمارہؓ نے اپنے مجاہد فرزند کی مظلومانہ شہادت کی خبر سنی تو ان کی ثابت قدمی پر خدا کا شکر بجالائیں۔

بنا کر دند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

لاکھ لاکھ سلام اُس مبارک ماں پر اور اس مبارک فرزند پر کہ جن کے نقوش پا کی تابانی ابدالآباد تک مسلمانوں کو راہ حق دکھاتی رہے گی۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن حذیفہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہؓ بن حذیفہ سہمی نے بہت شروع میں اسلام قبول کرلیا تھا۔ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار صحابی اور اسلام کے سچے شیدائی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق ومحبت اور عقیدت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ کے خلافت کے زمانے میں یہ شام کی معرکہ آرائی میں شامل تھے۔ ایک موقع پر یہ مجاہدین کے ایک دستہ کے ساتھ رومیوں کے ہاتھ گرفتار ہوگئے۔ رومی جن مسلمانوں کو گرفتار کرلیتے تھے ان کو عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کرتے تھے۔ جب عبداللہؓ بن حذیفہ سہمی گرفتار ہو کر رومیوں کی لشکر گاہ میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں گائے کی شکل کا ایک بہت بڑا کڑھاؤ ہے جس میں زیتون کا تیل کھولایا جارہا ہے۔ رومی ان کو پکڑ کر اس کڑھاؤ کے سامنے لے گئے اور کہا: ''تم مسلمانوں کے ایک سردار ہو ہم تم کو مارنا نہیں چاہتے، عیسائیت ایک سچا مذہب ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی ہیں تم عیسائیت قبول کرلو ہم تم کو معاف کرسکتے ہیں۔ ورنہ یہ کھولتا ہوا تیل تم دیکھ رہے ہو یہ تمہیں ذرا سی دیر میں خاکستر کردے گا۔''

حضرت عبداللہؓ نے بڑے تحمل واستقلال سے جواب دیا۔ ''بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور برحق نبی ہیں۔ لیکن ان کا دین اب منسوخ ہو چکا ہے۔ سب دینوں سے اچھا دین اور سب نبیوں سے اچھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم تک پہنچ چکے ہیں۔ اس لئے ہم اس کو کس طرح چھوڑ سکتے ہیں۔''

بادشاہ نے دوبارہ کوشش کی کہ اگر تم نصرانی ہو جاؤ تو میں تمہیں اپنے ملک وسلطنت میں شریک کرلوں گا۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا خدا کی قسم اگر تم مجھے سارا ملک بلکہ تمام بلاد عرب بھی دے دو اور صرف یہ کہو کہ پلک جھپکنے تک کے لئے پھر جاؤ تو ایسا ہرگز ہرگز نہیں کروں گا۔ بادشاہ نے کہا تو پھر میں تمہیں قتل کردوں گا۔ حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا کہ اس بات کا تجھے اختیار ہے۔

اس نے حضرت عبداللہؓ کو سولی پر لٹکانے کا حکم دیا اور تیر اندازوں سے خفیہ طور پر کہا کہ ان پر تیر چلاؤ مگر اس طرح کہ ان کے ہاتھ اور پاؤں کے قریب سے گزریں اور خود پھر عبداللہؓ پر نصرانیت

پیش کرنے لگا۔ حضرت عبداللہؓ اس حالت میں بھی انکار کرتے رہے۔

عیسائی ایک مسلمان قیدی کو پکڑ کر لائے اور اسے کھولتے ہوئے کڑھاؤ میں جھونک دیا وہ قیدی پل بھر میں جل کر کباب ہو گیا اور حضرت عبداللہؓ سے کہا اگر اب بھی تم نصرانیت قبول نہیں کرو گے، تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔ حضرت عبداللہؓ نے یہ منظر دیکھ کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور رونے لگے، عیسائیوں نے کہا: ''اب موت نظر آئی تو روتے ہو، بہتر ہے اب بھی عیسائیت قبول کرلو، جان بخشی ہو جائے گی۔''

اس پر حضرت عبداللہؓ بن حذیفہ سہمی نے وہ جواب دیا جس کی مثال ساری دنیا کی تاریخ پیش نہیں کرسکتی فرمایا: ''تم سمجھتے ہو میں موت کے ڈر سے روتا ہوں۔ رب العزت کی قسم! میں اپنے اس انجام پر ہرگز نہیں روتا، میں تو اپنی مجبوری پر روتا ہوں کہ میرے پاس اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کرنے کے لئے صرف ایک جان ہے، کاش! میرے پاس میری لاکھوں جانیں ہوتی اور میں بار بار اس کڑھاؤ میں گر کر اللہ اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور برحق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کرتا جاتا۔''

عشق ومحبت، اطاعت وشیفتگی کا یہ جذبہ دیکھ کر رومی حیران و دم بخود رہ گئے۔ بادشاہ نے پھر کہا: ''اچھا تم میرے سر کا بوسہ لے لو، میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔'' فرمایا: ''میں ایک مشرک صلیب پرست کی پیشانی چوم کر اس منہ کو آلودہ نہیں کرسکتا جس سے اللہ اور اس کے دل وجان سے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیتا ہوں۔''

پھر رومیوں نے کہا: ''اگر تم بادشاہ کی پیشانی کو بوسہ دو گے تو تمہارے سب ساتھی بھی قید سے آزاد کردیئے جائیں گے۔'' حضرت عبداللہؓ نے سوچا اس کا سر چومنے میں حرج ہی کیا ہے۔ آپؓ کی نظر میں مسلمانوں کی جان کی بہت قیمت تھی۔ اس لئے انہوں نے یہ شرط قبول کرلی اور بادشاہ کے سر کو بوسہ دے کر تمام مسلمان قیدیوں کو رہائی دلا کر قیمتی جانیں بچا کر لشکر اسلام میں لوٹ آئے۔

حضرت عمر فاروقؓ کو آکر تمام سرگزشت سنائی تو حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا: اب ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ حضرت عبداللہؓ کے سر کو بوسہ دے اس کام کی ابتداء میں خود کرتا ہوں یہ کہہ کر فرطِ مسرت سے حضرت عبداللہؓ کی پیشانی چوم لی۔ (اسد الغابہ جلد سوم)

''جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں''

حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

9ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لشکر تیار کر کے تبوک کے لئے روانہ ہوئے۔ ادھر تنگ دستی کے سخت حالات، اُدھر گرمی کا سخت سفر، کسی مجبوری سے حضرت خثیمہؓ اس لشکر کے ساتھ نہ جا سکے۔ ان کی دو بیویاں تھیں، کئی روز مدینہ میں بڑے آرام سے رہتے رہے۔

ایک دن ان کی بیویوں نے عریش میں چھڑکاؤ کیا۔ ان کے لئے ٹھنڈا پانی رکھا اور عمدہ کھانا تیار کیا۔ جب حضرت خثیمہؓ باہر سے لوٹے تو گھر میں آسائش کے یہ انتظامات دیکھے۔ اچانک خیال آیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو میدان جنگ میں گرمی اور آندھیوں کی تکلیف برداشت کر رہے ہیں اور ابوخثیمہؓ تو یہاں ٹھنڈا پانی پیئے اور عریش کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھے اور عمدہ کھانا کھائے، یہ تو سراسر ناانصافی کی بات ہے۔

یہ خیال آنا تھا کہ تڑپ اُٹھے کہا، ''خدا کی قسم! یہ عریش اور یہ ٹھنڈا پانی مجھ پر حرام ہے۔'' فوراً سفر کا سامان اکٹھا کیا، ایک اونٹ پر سوار ہوئے اور تن تنہا تبوک کی طرف روانہ ہو گئے اور میدان جنگ میں پہنچ کر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر میں شامل ہو گئے۔

ان کے لشکر میں پہنچنے کا واقعہ اس طرح ہے کہ............

ایک دن لوگوں نے دیکھا کہ ایک سفید پوش شخص تن تنہا دور سے ریگستان میں چلا آتا ہے۔ لوگوں کو حیرت ہوئی کہ اس لق و دق صحرا میں اس طرح کون سفر کر سکتا ہے۔ کچھ لوگوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی، ''کوئی شخص ہمارے لشکر کی طرف بڑھ رہا ہے پتہ نہیں وہ کون ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ وہ ابوخثیمہؓ ہوں گے۔'' کچھ دیر میں لوگوں نے دیکھا کہ وہ واقعی حضرت ابوخثیمہؓ تھے۔

(سیرت انصار، تاریخ الاسلام والمسلمین)

عاشقوں کو روز محشر منہ نہ دکھلاؤں گا کیا

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اُحد کی لڑائی میں جب مسلمانوں کو شکست ہو رہی تھی تو کسی نے یہ افواہ اُڑا دی (نعوذ باللہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ اس وحشت ناک خبر سے جو اثر صحابہ کرامؓ پر ہونا چاہیے تھا وہ ظاہر ہے۔ مسلمانوں میں اس سے بددلی پیدا ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے شیدائی مایوس ہو کر بیٹھ گئے یا منتظر ہو گئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے بھی اپنی تلوار پھینک دی۔

حضرت انسؓ بن نضر بڑی بہادری و جاں نثاری سے مصروف جنگ تھے وہ کفار کی صفوں میں تھے کہ مہاجرین و انصار کی ایک جماعت میں حضرت عمرؓ فاروق اور حضرت طلحہؓ پر نظر پڑی کہ سب حضرات پریشان حال ہیں۔ انہوں نے سب کو ہتھیار پھینکتے دیکھا، تو پوچھا: ''لوگ کیوں ہتھیار پھینک رہے ہیں؟'' ان حضرات نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ حضرت انسؓ تڑپ اٹھے اور کہا: ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد زندہ رہ کر تم کیا کرو گے، تلوار ہاتھ میں لو اور لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤ۔''

حضرت انسؓ بن نضر کے ہاتھ میں تلوار تو تھی ہی، کفار کے جھمگٹے میں گھس گئے، ''اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور کہا **موتوا علی مامات رسول الله**، یعنی آؤ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جان دی ہم بھی اپنی جان دیں گے۔'' تلوار لہراتے ہوئے بڑی بہادری و پامردی سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

ان کے جسم پر تیروں اور تلواروں کے تقریباً اسی (80) زخم تھے ان کا مطلب یہ تھا کہ جس ذات اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کے لئے جینا تھا جب وہ ہی نہ رہی تو پھر جی کر کیا کرنا ہے۔ چنانچہ اسی میں اپنی جان قربان کر دی۔ (تاریخ الخمیس)

غزوہ بدر میں کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معذرت کی کہ یا ''محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے غزوہ میں شریک نہ تھا لیکن اگر زندگی باقی ہے تو لوگ آئندہ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتا ہوں۔''

حضرت انسؓ بن نضر کا بدن زخموں سے چور چور تھا۔ اتنے زخم لگے تھے کہ لاش پہچانی نہ گئی۔ لاش کا مثلہ کر دیا تھا اس لئے شناخت نہ ہو سکی۔ آپؓ کی بہن ربیعؓ بن نضر نے انگلی سے بھائی کی لاش کو پہچانا۔ (صحیح بخاری، غزوہ اُحد، صحیح مسلم جلد 2)

تلخابۂ اجل میں عاشق کو مل گیا   پایا نہ خضر نے مئے عمر دراز میں

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی سلول رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہؓ بن عبداللہ بن ابی سلول صادق الایمان مسلمان تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار صحابی تھے۔ مگر ان کا باپ عبداللہ بن ابی سلول عقل مند، دوراندیش اور صاحب تدبیر ہونے کے باوجود ایمان سے محروم رہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔ خلافت الٰہی کی بنیاد رکھی تو رشک وحسد کا عجیب منظر درپیش تھا۔ ابن ابی سلول اور اس کے چند ہم خیال لوگ اسلام کی اس ترقی کو حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ جوں جوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقتدار بڑھتا جاتا تھا یہ گروہ اس کو صدمہ پہنچانے اور نیچا دکھانے کی کوشش کرتا تھا۔ آخر مسلمانوں کے غلبہ اور زور کی وجہ سے ابن ابی سلول کو سراطاعت خم کرنا پڑا اور اپنی جماعت کے ساتھ منافقانہ مسلمانوں کے زمرے میں داخل ہوگیا اور منافقین کا سرغنہ بنا لیکن ابن ابی سلول کا اثر اس کے بیٹے پر بالکل نہیں پڑا وہ ہجرت سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔

ایک مرتبہ سفر میں ایک مہاجر اور انصاری کے جھگڑے میں ابن ابی سلول نے کہا تھا یعنی ''مدینہ پہنچ کر ہم میں جو عزیز ہوگا بلند پایہ ہوگا وہ ذلیل وخوار کو نکال دے گا۔'' عبداللہ بن ابی سلول نے اس جھگڑے کو طول دے کر مسلمانوں میں انتشار برپا کرنے کی کوشش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل ایمان کی شان میں ہرزہ سرائی کی۔

مدینہ پہنچ کر یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ اس میں یہ ثابت ہوا کہ عبداللہ بن ابی سلول انتشار برپا کرنے اور توہین رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرکات کا مرتکب ہوا ہے اور گردن مار دینے کے لائق ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لئے منع فرمایا کہ وہ ظاہری طور پر مسلمان تھا۔ نبی کریم رؤف الرحیم سے حضرت عمر فاروقؓ نے اجازت چاہی کہ اس منافق کا سر اُڑا دوں مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ممانعت فرمائی۔ (صحیح بخاری)

اس کے بیٹے عبداللہؓ بن عبداللہ سچے مسلمان اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جب ان کو اس بات کا علم ہوا کہ ان کے باپ کا جرم گردن مار دینے کے لائق ثابت ہوا ہے تو وہ محبوب خدا صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے باپ کے قتل کی خدمت میرے سپرد کی جائے تاکہ میں اس کا سر کاٹ کر لاؤں اور یہ ثابت کردوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم باپ کے سر سے زیادہ قابل احترام ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں میں اسے قتل کرانا نہیں چاہتا۔'' عرض کی، ''اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع فرماتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں اس خدمت کے لئے تیار ہوں۔''

(صحیح بخاری جلد دوم)

حضرت عبداللہؓ بن عبداللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کے بعد مدینے کے دروازے پر آکر کھڑے ہوگئے اور انتظار کرنے لگے۔ جب عبداللہ بن ابی سلول پہنچا تو اپنے باپ سے کہا: ''خدا کی قسم! میں تمہیں مدینے میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک تم رسول صادق وامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کی گئی گستاخی کی معافی نہ مانگ لو۔'' اور یہ اقرار نہ کرلو کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معزز ہیں اور تم ذلیل وخوار ہو............عبداللہ بن ابی سلول بہت سٹپٹایا مگر اسے اپنی گستاخی کی معافی مانگنی ہی پڑی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیچھے تشریف لا رہے تھے باپ بیٹے کی گفتگو سن کر فرمایا: اس کو چھوڑ دو جب تک یہ ہم میں موجود ہے ہم اس سے اچھا برتاؤ کریں گے۔ (طبقات ابن سعد) بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود مداخلت کرکے اسے مدینے میں داخلے کی اجازت دلوائی۔ (یہ ہے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ہوش کا دارو ہے گویا مستی تسنیم عشق

محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مدینہ میں اسلام کی جڑیں جیسے جیسے مضبوط ہوتی گئیں، یہود و منافقین کا حسد بڑھتا گیا۔ اس حسد کے نتیجہ میں ان کی شرارتیں اور ہرزہ سرائی دن بدن زیادہ ہوتی گئیں، ان دنوں یہودیوں کے دو بڑے سردار کعب بن اشرف اور ابو رافع بن عتیق تھے۔ کعب بن اشرف بڑا دولت مند اور صاحب اقتدار تھا۔ عربی کا مشہور شاعر تھا۔ اس لئے اور بھی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس نے شروع ہی سے اسلام دشمن قریش سے اچھے مراسم بنائے رکھے تھے۔

جنگ بدر کے موقع پر اس کو بڑی امید تھی کہ مکہ کے بہادر لوگ ان مٹھی بھر مسلمانوں کو ضرور نیست و نابود کر دیں گے لیکن جب بدر کے میدان میں قریش کے ستر (70) بہادر سردار قتل ہو گئے تو اس کی امیدوں پر پانی پھر گیا اس نے اپنی شاعری سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اذیت ناک باتیں کہنا شروع کر دیں اور دشمنان اسلام کے جوش کو ابھارنا شروع کر دیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے۔ ''قریش کے جو سردار جنگ بدر میں مارے گئے تھے ان کے مرثیے لکھ کر چالیس آدمیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچا۔ مرثیے پڑھ کر خود بھی رویا اور قریش کو بھی رُلایا ساتھ ہی قریش سے عہد لیا کہ اس جنگ کا بدلہ لیں گے۔ واپس مدینہ آ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو میں اشعار پڑھے، اپنے قصیدوں میں مسلمان خواتین کا ذکر نہایت نازیبا طریقہ پر کرتا۔''

(رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

مسلمانوں کی عزت و ناموس کا مذاق بنانیوالے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو تکلیف پہنچانیوالے ذلیل و اوباش کا صفایا ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ ایک دن نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحابؓ کی مجلس میں فرمایا: ''کون ہے جو کعب بن اشرف کا قتل کرے جو اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کو نشانہ بناتا ہے؟''

عاشق و شیدائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت محمدؓ بن مسلمہ فوراً کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند کریں گے کہ میں اس کو قتل

کروں۔ اگر ایسا ہے تو مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس سے کوئی فریب کی بات کر سکوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تمہیں اجازت ہے۔''

حضرت محمدؓ بن مسلمہ، کعب بن اشرف کے پاس پہنچے اور کہا: ''اے سردار! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم سے صدقہ مانگتے ہیں، ہم تنگ دست ہیں، کھانے سے بھی محتاج ہیں، میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ سے کچھ غلہ قرض لوں۔''

کعب بن اشرف یہ سن کر خوشی سے اُچھل پڑا اور بولا: ''ابھی کیا ہے وہ دن دور نہیں جب تم بیزار ہو کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ساتھ چھوڑ دو گے۔'' حضرت محمدؓ مسلمہ نے کہا: ''چونکہ ہم نے ان کے ہاتھ بیعت کی ہے اس لئے ہم ہی سب سے پہلے بیعت توڑنے کا الزام اپنے اوپر نہیں لینا چاہتے۔ آئندہ دیکھیں گے کیا رنگ رہتا ہے۔ کیا آپ ہمیں ایک دو اونٹ اناج ادھار دے سکتے ہیں؟'' ''ہاں! ہاں! بالکل لیکن آپ کو کچھ رہن رکھنا ہوگا۔'' ہمارے پاس رہن رکھنے کو کیا ہے؟'' آپ اپنی عورتیں رہن رکھ دیں۔''

حضرت محمد مسلمہؓ نے کہا آپ عرب کے حسین ترین مرد ہیں۔ تمہارے پاس رہن رکھنے میں ہمیں اپنی عورتوں پر اعتماد نہیں ہوسکتا۔'' تو پھر اپنے لڑکوں کو رہن رکھ دو۔'' حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے کہا: ''جب لوگ ہمارے بچوں کو کوئی بری بات کہا کریں گے تو یہ بھی کہا کریں گے تمہارے باپ نے تمہیں اناج کے تھوڑے دانوں کے لئے رہن رکھ دیا تھا۔'' کعب نے پوچھا: ''پھر تمہارے پاس رہن رکھنے کو کیا ہے؟'' حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے جواب دیا، ''حالانکہ آج کل ہمیں ہتھیاروں کی سخت ضرورت ہے لیکن ہم ان میں سے کچھ نہ کچھ رہن رکھ دیں گے؟'' لعنت کا مارا کعب! اس پر راضی ہوگیا محمدؓ بن مسلمہ یہ کہہ کر واپس آ گئے۔'' اچھا میں غلہ لے جانے کے لئے آدمی لے کر ابھی واپس آتا ہوں۔''

حضرت محمدؓ بن مسلمہ، ابوؓ نائلہ بن سلامہ، عبادہؓ بن بشر، حارثؓ بن اوس اور ابو عبیسؓ بن جبیر میں سے دو آدمیوں کو لے کر مع ہتھیاروں کے کعب کے قلعہ میں پہنچے اس وقت رات ہو چکی تھی اور تمام طرف چاندنی پھیل چکی تھی۔ انہوں نے قلعہ کے دروازے پر کعب بن اشرف کو آواز دی۔ کعب نکلنے کے لئے تیار ہوا تو اس کی بیوی نے روکا، رات میں کہاں نکلتے ہو، میں ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے خون ٹپک رہا ہے۔

کعب بن اشرف نے کہا: ''تم دیکھتی نہیں ہو کہ ان میں میرا رضاعی بھائی (ابونائلہ بن سلاد) مجھے پکار رہا ہے۔'' محمدؓ بن مسلمہ، کعب بن اشرف کو اپنا دکھڑا سناتے ہوئے ٹہلنے لگے، ساتھ ساتھ کعب بھی ٹہلنے لگا، محمدؓ بن مسلمہ نے کعب کے سر کو سونگھتے ہوئے کہا: ''واہ! واہ! کیا خوشبو ہے، میں نے اس سے پہلے کبھی ایسی خوشبو نہیں سونگھی۔''

کعب اس تعریف پر خوشی سے پھول گیا، بولا: ''میری بیوی عرب کی بہترین عطر ساز اور کامل ترین عورت ہے۔'' محمدؓ بن مسلمہ نے ساتھیوں سے کہا، ''دیکھئے کعب کتنے شوقین آدمی ہیں، کتنا اچھا عطر لگاتے ہیں، ذرا سونگھ کر دیکھو۔'' دونوں ساتھی بھی بار بار اس کا سر سونگھنے لگے اور محمدؓ بن مسلمہ بھی، ایسے ہی سونگھتے سونگھتے ایک بار انہوں نے کس کر اس کا سر پکڑ لیا اور ساتھیوں سے کہا، ''اس دشمن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی دشمنی کا مزہ چکھادو۔''

ان دونوں نے اس پر حملہ کر کے قتل کر ڈالا اور بخیریت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر خوش خبری سنائی۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی، طبقات ابن سعد)

حضرت محمدؓ بن مسلمہ کے اخلاق میں دو چیزیں نہایت نمایاں ہیں۔ ''عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فتنہ وفساد سے کنارہ کشی۔''

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوالہیثمؓ / مالکؓ بن التیہانؓ

حضرت مالک بن التیہان مدینہ کے قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے بہت شروع میں اسلام قبول کرلیا تھا۔ یہ اپنی کنیت ابوالہیثم سے مشہور تھے۔

طبقات ابن سعد میں لکھا ہے: ''یثرب یعنی مدینہ میں اسعدؓ بن زرارہ اور ابوالہیثمؓ التیہان توحید کا خیال ظاہر کرتے تھے۔

ابوالہیثمؓ اور ان کی بیویؓ ہر کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہی کرنا پسند کرتے تھے۔ درج ذیل واقعہ حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شاہد عدل ہے۔

ایک روز نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلاف معمول باہر تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی پہنچے، پوچھا ابوبکرؓ اس وقت کیسے آئے ہو؟ عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو۔ تھوڑی دیر بعد یعنی بے وقت عمر فاروقؓ بھی پہنچے، ان سے بھی یہی سوال ہوا، حضرت عمرؓ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ''اس وقت بھوک یہاں کھینچ لائی ہے۔'' ارشاد ہوا، میں بھی بھوکا ہوں، چلو تینوں ابوالہیثمؓ کے ہاں چلتے ہیں۔ ابوالہیثمؓ کے پاس کھجور کے باغات اور بکریوں کے ریوڑ تھے لیکن کوئی ملازم نہ تھا تمام کام خود انجام دیتے تھے۔

تینوں مقدس و بابرکت ہستیاں ابوالہیثمؓ کے گھر پہنچے تو وہ گھر پر نہ تھے۔ آواز دی تو نیک بخت بیوی نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ پانی بھرنے گئے ہیں ابھی آتے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرمائیں۔'' تھوڑی ہی دیر میں وہ مشک لئے ہوئے نظر آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر خوشی سے اچھلنے لگے۔ مشک ایک طرف رکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لپٹ گئے۔ نہایت ذوق وشوق اور محبت وعقیدت اور خوشی سے سرشار ہو کر کہنے لگے، میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان، اس کے بعد باغ میں لے گئے۔ بیٹھنے کے لئے کوئی چیز بچھا دی اور خود پکے اور گدرے چھوہاروں کا خوشہ توڑ کر لائے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''پکے چھوہارے لائے ہوتے۔'' عرض کی اس

میں پکے، گدرے ہر قسم کے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو مرغوب ہوں وہ کھائیں۔ چھوہارے کھلانے کے بعد پانی پلایا جو نہایت شفاف وشیریں تھا۔ ابوالہیثمؓ مہمانوں کو باغ میں چھوڑ کر گھر آئے اور کھانے کا سامان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دودھ دینے والی بکری ذبح نہ کرنا، انہوں نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور بھون کر خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کیا۔ کھانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ''ابوالہیثمؓ تمہارے پاس کوئی نوکر ہے؟'' عرض کی، ''نہیں سب کام خود کر لیتا ہوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب آئندہ میرے پاس قیدی آئیں تو آنا۔'' چند دنوں کے بعد دو قیدی آئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوالہیثم سے ارشاد فرمایا: ''ان میں سے ایک پسند کر لو، عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو فیصلہ فرمائیں گے وہی بہتر ہوگا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک منتخب فرما کر کہا: ''تم اس کو لے جاؤ، یہ نماز پڑھتا ہے اور دیکھو! اس سے حسن سلوک سے پیش آنا۔''

غلام کو لے کر گھر پہنچے اور بیوی کو سارا واقعہ سنایا اور کہنے لگے دیکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے حسن سلوک سے پیش آنے کی تاکید فرمائی ہے۔

بیوی نہایت صالح اور سمجھدار تھی، کہنے لگیں، دیکھو اگر تمہیں فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیل منظور ہے تو اس غلام کو آزاد کر دو۔ اس لئے کہ اس سے بہتر اور کوئی حسن سلوک ہو ہی نہیں سکتا، انہوں نے ایسا ہی کیا۔ خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی تو نہایت مسرور ہوئے اور دونوں میاں بیوی کی تعریف فرمائی۔ (جامع ترمذی۔ سیرت انصار حصہ اول)

''میں ہوں عاشق بندہ ہوں ایمان کا''

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اسلام قبول کرتے ہی دل و جان سے رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائی بن گئے تھے۔

ہجرت سے پہلے تمام اہل مدینہ (اوس وخزرج) عبداللہ بن ابی سلول کو اپنا بادشاہ بنانے پر متفق ہو گئے تھے اوراس کے لئے تاج بھی تیار کرلیا تھا۔لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد یہ ساری کارروائی ختم ہوگئی اور تمام انصار نے اپنے ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں دے دیئے۔ یہ بات عبداللہ بن ابی پر سخت شاق گزری وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خار کھانے لگا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کی گرد اُڑی تو اس نے اپنے دل کا بخار اس طرح نکالا کہ چادر ناک پر رکھ لی اور بڑی ترش روئی سے بولا۔''گرد مت اُڑاؤ اور اپنا گدھا پرے کرو اس کی بد بو نے میرا دماغ پریشان کر دیا ہے۔''اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاضرین مجلس کو سلام کیا پھر سواری سے اُتر کر حاضرین کو خدا کی وحدانیت پر مختصر خطبہ دیا۔عبداللہ بن ابی نے بڑی تنک مزاجی سے کہا اگر''آپ کی سب باتیں سچ ہیں تو یہ ان لوگوں کو بتائیں جو خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جائیں، یہاں آکر ہمیں پریشان نہ کرو۔''

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ابن ابی کی باتیں سن کر تڑپ اٹھے اور بڑے جوش سے بولے۔''یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور تشریف لائیں ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو دل وجان سے پسند کرتے ہیں۔''

عبداللہ بن رواحہؓ کا یہی جوش ایمان اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا جس کی بدولت انہیں بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں درجہ تقرب حاصل ہوگیا تھا۔قبول اسلام کے بعد ان کی شاعری یکسر حق کی تبلیغ اور کفار کی مذمت کے لئے وقف ہو کر رہ گئی تھی۔حضرت عبداللہؓ اپنے اشعار میں کفار کی گمراہی اور ضلالت پر ایسی چوٹ کرتے تھے کہ وہ تلملا اُٹھتے تھے۔ان کے دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور راہ حق میں سر کٹانے کی آرزو ہر وقت مچلتی رہتی تھی۔''الاصابہ'' میں لکھا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ہر غزوہ میں پیش پیش ہوتے تھے اور واپسی میں سب سے پیچھے ہوتے تھے۔ ان کے ذوق وشوق جہاد کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جا سکتا ہے کہ بدر سے لے کر جنگ موتہ تک (جس میں انہوں نے شہادت پائی) کوئی غزوہ ایسا نہ تھا جس میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب ہوکر سرفروشی اور جاں بازی کا حق ادا نہ کیا ہو۔

ذی قعدہ 7 ھ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرۃ القضا کے لئے مدینہ روانہ ہوئے۔ چونکہ معاہدہ حدیبیہ میں یہ شرط طے پائی تھی کہ مسلمان غیر مسلح ہوکر مکہ میں داخل ہوں گے اس لئے تمام ہتھیار قریہ بطن چھوڑ دیئے گئے۔ جب کوکبہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوا تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھے۔ بڑے جوش و جذبے اور محبت وعقیدت کے ساتھ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

''کافرو! ہٹ جاؤ ان کے راستے سے کیونکہ تمام بھلائیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہیں ہم نے تو تم کو قرآن کی تاویل وتنزیل پر کاری ضرب لگائی ہے جس سے سر دھڑ سے جدا ہوگئے اور دوستوں نے دوستی کو فراموش کر دیا ہے۔ اے میرے رب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پر ایمان رکھتا ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ سے فرمایا: تم اشعار میں یہ کہو، ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا و یکتا ہے۔ اس نے اپنے بندے کی مدد کی اس کے لشکر کو زورآور کر دیا اور دشمن کے لشکروں کو اکیلے ہی شکست دی۔'' حضرت عبداللہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق تعمیل کی تو تمام صحابہ کرامؓ نے بھی آواز ملا کر یہ الفاظ دہرائے۔ اس سے ایسی گونج پیدا ہوئی کہ فضا میں ارتعاش پیدا ہوگیا اور کفار کے دل دُھل گئے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شیفتگی ومحبت کی یہ کیفیت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال جہاں آرا کی زیارت سے کبھی طبیعت سیر نہ ہوتی تھی۔ ایک دفعہ اپنے شعر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہوکر اپنے دلی جذبات کا اس طرح اظہار کیا: ''یا رسول اللہ! اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کھلی نشانیاں نہ بھی ہوتیں جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روئے انور خبر رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دینے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا رسول برحق ثابت کرنے کے لئے کافی تھا۔''

(خیر البشر صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم کے چالیس جاں نثار)

اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم میں اس قدر التزام تھا کہ لسان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم سے جو کچھ سنتے تھے اس کو حرز جاں بنا لیتے تھے اور اس بات کو اپنا جز وایمان سمجھتے تھے کہ کسی تامل و چوں چراں کے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم کے احکام کی تعمیل کی جائے۔ ایک مرتبہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم نے ان کے جذبۂ اطاعت ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم کی تحسین فرمائی اور اس میں زیادتی کے لئے دعا فرمائی۔

حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو اپنی شاعرانہ صلاحیتوں اور جذبہ فدویت کی بنا پر ''شاعر رسول اللہ'' کہا جاتا تھا۔ جب ابودرداءؓ کہتے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جس میں میں نے ابنؓ رواحہ کو یاد نہ کیا ہو۔ وہ مجھ سے ملتے اور کہتے آؤ تھوڑی دیر کے لئے مسلمان بن جائیں پھر بیٹھ کر ذکر کرتے اور کہتے یہ ایمان کی مجلس تھی۔(اسد الغابہ جلد 3)

محبت وشیفتگی رسول صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم اور عقیدت واطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم پر ذیل کا واقعہ شاہد ہے۔

ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم کے چند سال بعد ایک دن عبداللہؓ بن رواحہ صاحب رسول صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم جن کا چہرہ نور ایمان سے چمک رہا تھا کی حاضری کے لئے بڑے ذوق وشوق سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم کی طرف روانہ ہوئے۔ نبی پاک شہنشاہ لولاک صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم اس وقت خطبہ دے رہے تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ ابھی مسجد کے باہر ہی تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم نے خطبہ کے دوران کھڑے لوگوں سے کہا: ''اے لوگو! بیٹھ جاؤ۔'' حضرت عبداللہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم کا یہ ارشاد سنا تو وہ اسی جگہ بیٹھ گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے تو کسی نے یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم کو ان کے جذبہ اطاعت ومحبت پر بڑی مسرت ہوئی اور لسان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم پر ان کے لئے دعائے برکت جاری ہوگئی۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم کی محبت واطاعت اور شوق میں اضافہ فرمائے۔'' (اصابہ حافظ ابن حجر جلد 4)

حضرت انسؓ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جس وقت موتہ کے میدان میں مسلمان موت و زندگی کی جنگ لڑ رہے تھے۔سینکڑوں میل دور مدینہ منورہ میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر تشریف فرما تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا اور زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔''علم لیا زیدؓ نے اور وہ شہید ہوئے۔اب علم لیا جعفرؓ نے اور وہ شہید ہوئے،اب علم لیا عبداللہؓ بن رواحہ نے اور وہ بھی شہید ہوئے۔اب علم لیا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے اور اس کو فتح دی گئی۔

حضرت شریح بن عبیدؓ کہتے ہیں کہ عبداللہؓ بن رواحہ اپنے ساتھیوں میں سے ایک کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں اور اسے کہتے ہیں،آؤ تھوڑی دیر کے لئے ایمان تازہ کریں پھر لے کر مجلس ذکر میں بیٹھ جاتے ہیں۔ایک دن یہی بات ایک صاحب سے کہی تو ان کو ناگوار گزری،انہوں نے جا کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ابن رواحہؓ کو دیکھئے کہ وہ ہمیں تھوڑی دیر کے لئے اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''اللہ ابن رواحہ پر رحم کرے، بیشک وہ ایسی مجالس کو پسند کرتا ہے جن پر ملائکہ فخر کرتے ہیں۔''

''عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم''

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ 5 ھ میں غزوہ خندق کے بعد اسلام لائے اس کے بعد ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تھے۔ نبی طیب و طاہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب حاصل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شفقت والتفات سے بہت متاثر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات برکات سے ایسا والہانہ عشق تھا کہ زندگی بھر علیحدہ نہ ہوئے۔ تمام شب و روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں گزارتے تھے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر گفتگو کے لئے قریش کی طرف سے عروہ بن مسعودؓ ثقفی آیا اور عرب کے عام قاعدہ کے مطابق دوران گفتگو بار بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا۔ مسلمان اس گستاخانہ طریقہ تخاطب کے عادی نہ تھے۔ مغیرہؓ جو اس وقت ہتھیار لگائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک کی طرف کھڑے تھے، انہیں یہ انداز ناگوار گزرا، وہ ہر مرتبہ تلوار کے قبضہ پر ہاتھ لے جاتے تھے۔ آخر کار ضبط نہ ہوسکا، ڈانٹ کر کہا ''خبردار ہاتھ قابو میں رکھو اور ہاتھ پر تلوار کا کندہ مارا اور کہا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ادب سے بات کرو۔'' حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کا رسول اللہ سے متعلق یہ محبت و عقیدت دیکھ کر عروہ بن مسعود ہکا بکا رہ گیا۔

(سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد اول)

حضرت مغیرہ بن شعبہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین کے وقت موجود تھے۔ جب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد مبارک واطہر کو قبر مبارک میں رکھ کر نکل آئے تو انہوں نے جان بوجھ کر اپنی انگوٹھی قبر مبارک میں گرا دی پھر علی کرم اللہ وجہہ سے قبر سے انگوٹھی نکالنے کی اجازت مانگی، انہوں نے اجازت دے دی۔ حضرت مغیرہؓ نے قبر مبارک میں اتر کر پہلے پائے اقدس کو چھوا پھر انگوٹھی اٹھائی اور جب مٹی گرائی جانے لگی پھر قبر مبارک سے باہر نکلے۔ انہوں نے قصداً انگوٹھی اس لئے گرائی تاکہ یہ شرف ان کے ساتھ مخصوص ہو جائے کہ وہ ذات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہونے والوں میں سب سے آخری ہیں۔ چنانچہ ہمیشہ لوگوں سے فخریہ کہا کرتے کہ تم سب لوگوں

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آخری جدا ہونے والا میں ہوں اور مجھے اس پر فخر ہے۔

(طبقات ابن سعد)

''مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ''

جب عروہ بن مسعود کفار کی طرف سے نمائندہ بن کر مسلمانوں کی قیام گاہ میں آیا۔ اس نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ شیفتگی وعقیدت کو دیکھا اور دوسرے صحابہ کرامؓ کی خدمت، اطاعت اور عقیدت کے جو انداز دیکھے اس نے عروہ کی عقل کو حیرت میں ڈال دیا۔ اس نے دیکھا ہر مسلمان اپنے محبوب و پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق ومحبت میں دیوانہ ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کرتے ہیں تو یہ شیدائی وضو کا پانی زمین پر نہیں گرنے دیتے بلکہ اس کو ہاتھوں ہاتھ لے کر اپنے جسم پر مل لیتے ہیں۔ اس پانی کو حاصل کرنے کے لئے لڑائی ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ملنے کا سب کو انتظار رہتا ہے۔ اشارہ ملتے ہی بجلی کی طرح اس کام کو انجام دیتے ہیں۔ تعظیم واحترام کے سبب کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو نگاہ نہیں اٹھاتا۔ عروہ بن مسعود نے واپس جا کر قریش کو بتایا: ''بھائیو! میں اکثر قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں گیا ہوں، میں نے کسی کو ان بادشاہوں کی اتنی عزت واحترام کرتے نہیں دیکھا جتنی محمد کے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اصحابؓ ان کی کرتے ہیں۔ واللہ! تم ان لوگوں کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکو گے۔ میرا مشورہ ہے ان سے صلح کر لو۔ بہتر رہے گا۔'' عروہ بن مسعود نے جس انداز سے صحابہ کرامؓ کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والہانہ محبت، عقیدت واحترام کی منظر کشی کی اس سے قریش بہت متاثر ومرعوب ہوئے چنانچہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کر لی اور حرم کی حدود میں ایک جنگ ہوتے ہوتے بچ گئی۔ (بخاری شریف الشروط فی الجہاد والمصالحہ)

حضرت قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حارثؓ بن ربعی (ابوقتادہؓ انصاری) نے بہت شروع میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ بڑے بہادر شخص تھے اس لئے غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت وخدمت میں جان لڑا دیتے تھے۔ غزوہ ذوقرد کے موقع پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بہادری سے خوش ہو کر ان کو سب سے اچھے شہسوار کا لقب دیا تھا۔ یہ فارس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لقب سے مشہور تھے۔

ابوقتادہؓ انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے شیدائیوں اور فدائیوں میں سے تھے۔ ایک سفر میں یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹ پر سور ہے تھے یہ اپنی سواری برابر لے کر چل رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیند میں کسی طرف جھکتے تو یہ بڑھ کر ٹیک لگا دیتے۔ ایک دفعہ گرنے کے قریب ہوئے انہوں نے ٹیک لگائی تو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کھلی تو پوچھا: ''کون؟'' عرض کیا، ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ابوقتادہ۔''

فرمایا: ''کب سے میرے ساتھ چل رہے ہو؟'' عرض کیا ''شام سے''۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہو کر دعا دی۔ **حفظک اللہ کما حفظت رسولہ۔** ''یعنی اللہ تمہاری حفاظت کرے جس طرح تم نے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی۔

(مسند احمد بن حنبلؒ جلد 5)

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک شب کا ذکر ہے آسمان پر گھرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عشاء کے لئے مسجد پہنچے تو ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ اس تیرہ وتاریک رات میں لوگوں نے گھروں ہی میں نماز پڑھ لی تھی۔ البتہ ایک صاحب مسجد کے ایک کونے میں موجود تھے۔ بجلی چمکی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قتادہؓ کیا تم ہو؟'' عرض کی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرا خیال تھا اس تاریکی میں ہاتھ کو ہاتھ سجائی نہیں دیتا، بہت کم لوگ نماز کے لئے پہنچ سکیں گے اس لئے ہمت کر کے

قصداً حاضر ہوا ہوں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے جذبہ اخلاص پر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا: ''جب تم نماز سے فارغ ہو کر جاؤ تو مجھ سے مل کر گھر واپس جانا۔'' جب وہ گھر جانے لگے تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کھجور کی ایک ٹیڑھی ٹہنی دی اور فرمایا: ''یہ لو، یہ ٹیڑھی ٹہنی تمہارے آگے اور پیچھے دس دس ہاتھ تک روشنی کرے گی۔'' وہ گھر کی طرف چلے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا کی ہوئی کھجور کی ٹیڑھی ٹہنی ایک روشن قندیل بن گئی اور وہ اس کی روشنی میں نہایت اطمینان، سکون اور سہولت کے ساتھ گھر پہنچے۔

رمضان المبارک 2 ھ بدر کے میدان میں حق و باطل کی پہلی لڑائی ہوئی۔ حضرت قتادہؓ بن نعمان انصاری کو ان تین سو تیرہ نفوس قدسی (اصحاب بدر) میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے جن کو اللہ کے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھلے لفظوں میں جنت کی بشارت دی۔

اگلے سال 3 شوال میں غزوہ احد میں بڑے جوش و جذبے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ معرکہ کارزار میں کسی مشرک نے ان کی آنکھ پر ایسا وار کیا کہ آنکھ کا ڈھیلا باہر لٹک پڑا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے قتادہؓ کی آنکھ کے ڈھیلے کو ٹھیک جگہ پر لگا کر دعا فرمائی، یعنی فرمایا: ''الٰہی اس آنکھ کو صاحب جمال بنا دے اسے زیبائی بخش''۔ اللہ کی شان یہ آنکھ پہلے سے زیادہ خوبصورت اور روشن ہو گئی۔

طبرانی کی روایت کے مطابق خود حضرت قتادہؓ نے یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے......

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں کسی نے ایک کمان تحفہ پیش کی۔ احد کے روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کمان مجھے مرحمت فرمائی۔ میں نے اس کمان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر اس قدر تیر چلائے کہ اس کا ایک کنارہ ٹوٹ گیا۔ (وہ کمان تیر چلانے کے قابل نہ رہی۔ تاہم میں برابر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچاؤ اور حفاظت کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اسی جگہ کھڑا رہا، جب مشرکوں کا کوئی تیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے مبارک کی طرف آتا تو میں اپنا سر سامنے کر دیتا۔ ان میں سے ایک تیر میری آنکھ میں لگا اور ڈھیلا حلقہ چشم سے نکل کر میری ہتھیلی پر آ پڑا، میں اسے ہتھیلی پر رکھے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو میری یہ حالت دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشک بار

ہو گئے اور فرمایا: ''الٰہی قتادہؓ نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعزاز اپنے چہرے سے کیا تو اس کی آنکھ کو اچھا اور نظر کو تیز کردے چنانچہ یہ آنکھ اچھی اور تیز ہوگئی۔'' (اسد الغابہ)

ارباب سیر کا بیان ہے کہ قتادہؓ بن نعمان انصاری کے خاندان و اولاد کے لئے یہ واقعہ نہایت عزت و فخر کا باعث بن گیا۔

علامہ ابن اثیرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت قتادہؓ کی اولاد میں سے کسی شخص نے ان دو اشعار میں اس واقعہ پر فخر کا اظہار کیا ہے۔

ترجمہ: ''یعنی میں اس شخص کا فرزند ہوں جس کی آنکھ رخسار پر ڈھلک آئی تھی۔ پس نہایت خوب صورتی سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے اپنی جگہ لوٹا دی گئی، یہ آنکھ جیسی تھی ویسی ہوگئی، کیا اچھی تھی وہ آنکھ اور کیا اچھا تھا اس کا دوبارہ روشن ہونا۔''

ایک روایت میں ہے کہ یہ اشعار حضرت قتادہؓ کے پوتے عاصمؓ بن عمرؓ نے اس وقت پڑھے تھے جب وہ عمرؒ بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے دریافت کیا تھا: ''آپ کون ہیں؟'' تو عاصمؓ نے یہ اشعار پڑھ کر اپنا تعارف کروایا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کا بے حد اعزاز و احترام کیا۔

غزوہ احد میں انہوں نے جس جاں نثاری سے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کا حق ادا کیا وہ ان کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مظہر اتم تھا۔

''قلب مسلم ہے مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

''ذ والشہادتین''

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے، ایک دن ایک صاحب جن کی پیشانی نورسعادت سے چمک رہی تھی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان، گزشتہ شب میں نے خواب دیکھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جبیں مبارک کو چوم رہا ہوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی بات سن کر متبسم ہو گئے اور فرمایا: ''تم اپنے خواب کی تصدیق کر سکتے ہو۔'' چنانچہ حضرت خزیمہؓ بن ثابت فوراً اٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مبارک کو چوم لیا اور وہ اس پر ہمیشہ فخر کیا کرتے تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک سن کر فرط محبت سے بے خود ہو گئے تھے۔ دیکھنے والوں کے لئے یہ ایک تحیر الخیز منظر تھا وہ رشک کرتے تھے کاش یہ سعادت عظمیٰ ان کے حصے میں آئی ہوتی۔ (بخاری جلد دوم) ''یہ رتبہ بلند ملا، جس کو مل گیا۔''

کائنات ارض وسما کی مقدس ترین ہستی شہ لولاک، فخر جن وانس، سید المرسلین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جبین اطہر پر بوسہ دینے کا شرف عظیم حاصل کرنے والے یہ صاحب خزیمہؓ بن ثابت خطمی انصاری تھے۔

حضرت خزیمہؓ بن ثابت کے جوش ایمان اور حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے ہوسکتا ہے۔ حضرت خزیمہؓ بن ثابت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے چہیتے صحابی تھے۔ حضرت خزیمہؓ کی زندگی کا یہ واقعہ سب سے تابناک ہے۔ اس میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شہادت کو دو آدمیوں کی شہادت کے برابر قرار دیا اور وہ ذوالشہادتین کے منفرد لقب سے مشہور ہوئے۔

مسند احمد بن حنبلؒ، مسند ابوداؤدؒ و نسائی اور طبقات ابن سعد میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ

صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم نے ایک بدو سے جس کا نام طبرانی اور ابن شاہین نے سوار بن الحرث لکھا ہے اس سے ایک گھوڑے کا سودا کیا ابھی قیمت ادا نہیں ہوئی تھی، یہ سودا راستے میں کسی ایسی جگہ طے ہوا جو حضور صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم کے کاشانہ اقدس سے کچھ دور تھی اور قیمت آپ صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم کے پاس نہ تھی۔ چنانچہ اعرابی (بدو) کو قیمت دینے کے لئے ساتھ لے چلے آپ صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم جلدی جلدی چلے تا کہ گھر پہنچ کر قیمت ادا کریں۔ لیکن اس بدو نے چلنے میں سستی کی، اس اثنا میں اسے کچھ لوگ ملے انہیں علم نہیں تھا کہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم نے یہ گھوڑا خرید لیا ہے۔ ان لوگوں نے اس کو اس قیمت سے زیادہ کی پیشکش کی جو حضور صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم سے طے پا چکی تھی۔ اس بدو نے آپ صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم کو آواز بلند پکار کر کہا: ''اے شخص میں یہ گھوڑا ان لوگوں کے ہاتھ بیچ رہا ہوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم نے فرمایا: ''ابھی تم یہ گھوڑا میرے ہاتھ بیچ چکے ہو۔'' وہ بدو بولا، واللہ میں نے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم کے ہاتھ نہیں بیچا اگر بیچا ہے تو گواہ لاؤ۔'' کچھ مسلمان یہ گفتگو سن کر جمع ہو گئے ان میں خزیمہؓ بھی تھے۔ انہوں نے کہا: ''ہاں میں گواہ ہوں۔'' حضرت خزیمہؓ بن ثابت کی اس جرأت پر آپ صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم کو حیرت ہوئی اور فرمایا تم تو اس وقت موجود نہ تھے تم کس طرح شہادت دے رہے ہو۔ انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم میرا ایمان ہے آپ صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم صادق وامین ہیں جو فرماتے ہیں سچ فرماتے ہیں۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم جب آسمان کی خبریں (وحی) سناتے ہیں تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم کی تصدیق کرتا ہوں پھر کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم کے قول کی تصدیق نہیں کروں گا۔''

(مسند احمد، حدیث خزیمہؓ بن ثابت، سنن ابوداؤد)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم نے اسی دن سے خزیمہؓ کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر کر دیا اور وہ ''ذوالشہادتین'' کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ حضرت خزیمہؓ کے گلشن اخلاق میں حب رسول صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم اور جوش ایمان کا اندازہ اوپر دیئے گئے واقعات سے بخوبی ہوسکتا ہے۔

''دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی''

حضرت عمرو بن جموح سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمروؓ بن جموح بڑے جوشیلے مسلمان تھے۔ جنگ بدر سے پہلے ان کے ایک پاؤں میں چوٹ لگ گئی جس کی وجہ سے لنگڑا کر چلتے تھے۔ جنگ بدر میں لشکر ترتیب دیا جانے لگا تو ان کے بیٹوں نے یہ کہہ کر روک دیا کہ چونکہ آپ کا پاؤں ٹھیک نہیں، ٹھیک سے چل نہیں سکتے اس لئے آپؓ پر جہاد فرض نہیں ہے۔''

جب اُحد کی جنگ کا وقت آیا تو لڑکوں نے پھر منع کیا، انہوں نے کہا: ''تم لوگوں نے مجھے بدر جانے سے بھی روکا تھا۔لیکن اب میں اس نازک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جاں نثاری سے منہ نہیں موڑ سکتا۔ اس مرتبہ ضرور جہاد میں شریک ہوں گا۔لڑکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے معاملہ رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلا کر ارشاد فرمایا: ''ابوخلاد! تم معذور ہو اس لئے تم پر جہاد فرض نہیں ہے۔'' حضرت عمروؓ بن جموح نے چشم پرنم سے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ لڑکے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہونے سے روک رہے ہیں لیکن خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان دینے کا موقع نصیب ہوگا اور میں اپنے اس لنگڑے پاؤں سے گھستا ہوا جنت میں پہنچ جاؤں گا۔''

(خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چالیس جاں نثار ص322)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے جذبہ قربانی اور جوش اخلاص سے بہت متاثر ہوئے ان کی کبرسنی اور معذوری کے باوجود انہیں لڑائی میں شریک ہونے کی اجازت دے دی اور ان کے بیٹوں کو سمجھا دیا کہ ''اب اصرار نہ کرو، شائد ان کی قسمت میں شہادت لکھی ہو۔'' (ابن ہشام جلد 2)

حضرت عمروؓ بن جموح جب ہتھیار سجا کر میدان جنگ کی طرف چلے تو بڑے عجز والحاح کے ساتھ دعا مانگی۔ترجمہ: الٰہی مجھ کو شہادت نصیب فرما اور ناامید گھر واپس نہ لانا۔'' جب اتفاقی غلطی سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مسلمانوں میں انتشار پھیل گیا اور جمعیت منتشر ہونے لگی، تو انہوں نے اپنے بیٹے خلادؓ سے کہا: ''بیٹا! دشمنوں کا حملہ سخت ہے ایسا نہ ہو ہمارے جان و دل سے پیارے رسول صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو کوئی نقصان پہنچے، ان پر قربان ہونے کا اس سے بہتر اور کوئی موقع نہیں ہوسکتا۔'' دونوں شمشیر بکف دشمنوں کی صف میں گھس گئے۔ بڑے پامردی و بہادری سے لڑے۔ آخر کار مشرکین کے جم غفیر نے انہیں گھیرے میں لے لیا اور شہید کر دیا۔ مشرکین کی پسپائی کے بعد سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی لاش کی طرف سے گزرے تو عمروؓ بن جموح کو خاک وخون میں غلطاں دیکھ کر فرمایا: ''خدا کے بعض بندے کوئی قسم کھاتے ہیں تو خدا اس کو پورا کر دیتا ہے۔'' عمروؓ بھی ایسے بندوں میں سے تھے میں ان کو جنت میں چلتے پھرتے دیکھ رہا ہوں۔''

ان کی بیوی نے شہادت کی خبر سنی تو ایک اونٹ لے کر آئیں اپنے شوہر اور بیٹے کی لاشیں لے کر مدینہ کی طرف چلیں۔ بتاتے ہیں کہ اونٹ مدینہ کی طرف نہیں چلتا تھا۔ ہر چند کوشش کے بعد بھی اس کو ہانکنے میں کامیابی نہ ہوئی جب اونٹ کا رخ احد کی طرف کیا تو وہ فوراً چل پڑا۔

حضرت عمروؓ بن جموح کی بیوی لاشیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے گئی اور تمام واقعہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمروؓ کی بیوی ہندؓ سے پوچھا: ''کیا ان میں سے کسی نے گھر سے چلتے وقت کچھ کہا تھا؟''

ہندؓ نے عرض کی، ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے شوہر عمروؓ نے گھر سے چلتے وقت یہ دعا مانگی تھی کہ ''الٰہی مجھے شہادت نصیب فرمانا، مجھے ناامید اپنے اہل وعیال میں واپس نہ لانا۔''

علامہ ابن اثیر کا بیان ہے دونوں کو احد کے دامن میں ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔

(مدارج النبوت جلد 2) (زرقانی جلد 2) (سیر انصار جلد دوم)

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو　　در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

''دی عشق نے حرارت سوز دروں تجھے''

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا ارقم بن ابی الارقم مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بعثت کے تین سال تک رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت راز داری کے ساتھ فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہے۔ اس مدت میں متعدد سعید الفطرت ہستیوں نے دعوت حق پر لبیک کہی، پھر اپنے حلقہ اثر میں پھیلانے کی مقدور بھر کوشش کی۔ اس طرح اسلام کا نور ہدایت اندر ہی اندر تاریکیوں کو کافور کرنے لگا اس زمانے میں اہل حق چھپ چھپ کر مکہ کی سنسان گھاٹیوں میں نماز پڑھتے تھے تاکہ مشرکین کو ان کے قبول حق کا علم نہ ہو سکے۔ لیکن کفار مکہ کے کانوں میں کسی نہ کسی طرح یہ بھنک پڑ ہی گئی کہ ان کے بھائی بندوں میں سے بعض نے ایک نیا دین قبول کر لیا ہے اور اپنا ایک طریقہ عبادت ایجاد کیا ہے چنانچہ وہ سخت پیچ وتاب کھانے لگے۔

اسی زمانے میں دو تین واقعات ایسے پیش آئے جن میں نماز پڑھنے والے حق پرستوں پر مشرکوں نے یورش کر دی۔ گو دین حق کے سرفروشوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائیوں نے ان کا منہ پھیر دیا لیکن اس بات کا سخت اندیشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں مشرکین مکہ سے کھلم کھلا تصادم نہ شروع ہو جائے۔ اس وقت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں چاہتے تھے کہ حالات ایسی صورت پیدا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو مکہ میں کوئی ایسی محفوظ جگہ مل جائے، جہاں کفار کے حملے کا ڈر نہ ہو وہاں جمع ہو کر نماز پڑھ لیا کریں۔ ابھی ایسی جگہ کی تلاش جاری تھی کہ ایک دن انیس بیس کی عمر کے ایک نوجوان رعنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان، میرا کوہ صفا کے دامن میں مکان، بیت اللہ کے قریب واقع ہے میں اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کرتا ہوں۔ مسلمان اس میں جمع ہو کر جو چاہیں کریں، مشرکین کی مجال نہیں کہ اس مکان میں داخل ہو سکیں۔''

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نوجوان پرستار حق کے جذبہ ایثار پر بہت مسرور ہوئے۔ ان کو دعائے خیر دی اور ان کی فیاضانہ پیشکش کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے اس مکان کو مسلمانوں کے اجتماع اور دعوت وتبلیغ کا مرکز بنا دیا۔ چونکہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت ارقمؓ بعثت کے بالکل ابتدائے زمانے میں نعمت اسلام سے بہرہ ور ہو گئے۔ قبول اسلام کے وقت ان کی عمر سترہ اٹھارہ برس

متعین کی جاسکتی ہے۔ اٹھتی جوانی میں لوائے توحید تھام کر مصائب و آلام کو دعوت دینا کسی سعید روح ہی کا کام ہوسکتا تھا۔ قبیلہ والوں کی مخالفت، خاندان کی رکاوٹیں، قریش مکہ کا ظلم وستم غرض کوئی چیز بھی آپؓ کے پائے استقلال میں لغزش نہ لاسکی۔

بنومخزوم کے اس جوان سعادت مند نے یہ کام کر دکھایا اور ہر طرح کے خطرات کے باوجود اپنا مستقبل مکہ کے دریتیم سے وابستہ کر دیا۔ یہ حضرت ارقمؓ کا جذبہ ایثار ہی تھا جس نے ان کے گھر ''دار ارقم'' کو انتہائی نامساعد حالات میں ''دارالسلام'' بننے کا لازوال اور عظیم شرف بخشا اور فخر آدم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسرور کیا اور اپنی استقامت وایثار، اخلاص عمل اور حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لافانی نقوش صفحہ تاریخ پر ثبت کئے، دار ارقم کو تاریخ اسلام میں ابدی شہرت حاصل ہوگئی۔ (خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چالیس جاں نثار)

حضرت ارقمؓ بن ابی الارقم کا شمار اسلام کے عظیم فرزندوں میں ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف سابقون الاولون کے سلسلے کے گوہر تابندہ ہیں بلکہ ان کو بدری ہونے کا عظیم شرف بھی حاصل ہے۔ بدر کے علاوہ انہیں دوسرے تمام اہم غزوات میں بھی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمرکابی کی سعادت نصیب ہوئی۔

سب سے بڑھ کر جس بات نے ان کو شہرت عام اور بقائے دوام کے دربار میں نہایت ممتاز اور لازوال مقام عطا کیا وہ ان کا جذبہ ایثار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فدویت ہے کہ انتہائی پُر آشوب زمانے میں مہبط وحی ورسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے اہل حق کے میزبان بنے اور اپنا مکان محض رضائے الٰہی اور عقیدت ومحبت اور شیفتگی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصول کی خاطر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نذر کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ والہانہ وابستگی ومحبت کی زندہ جاوید مثال ہیں۔

حضرت ارقمؓ نہایت پرہیزگار، صادق القول اور بہادر بزرگ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بے انتہا لگاؤ اور محبت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو حکم آخر جان کر سب کام مؤخر کر دیتے تھے۔ اسلام کا اولین مرکز جہاں سے دین کی شعاعیں پھیلیں اگرچہ اب حرم پاک کا حصہ بن گیا ہے لیکن دار ارقم اور حضرت ارقمؓ کے جذبہ ایثار اور حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ابدالآباد تک باقی رہے گا۔

''قرب حق از ہر عمل مقصود دار''

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت صہیبؓ بن سنان کا شمار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان عظیم المرتبت اراکین میں ہوتا ہے جنہوں نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تمام کمائی قربان کردی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب فرمان خداوندی کے مطابق مسلمانوں کو اپنے گھر بار، خویش واقارب، زن وفرزند اور مال واسباب چھوڑ کر، ہجرت کر کے یثرب (مدینہ منورہ) چلے جانے کا حکم دیا تو انہیں اپنے زن وفرزند، مال واسباب چھوڑنے کا ذرہ برابر غم نہ تھا بلکہ خوشی تھی کہ یثرب جا کر آزادی سے خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرسکیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہاں تشریف لے جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار مبارک سے جی بھر کر آنکھیں ٹھنڈی کیا کریں گے۔

حضرت صہیبؓ بن سنان رومیوں کے ذریعہ غلام بنا کر موصل سے مکہ بھیجے گئے، یہاں عبداللہ بن جدعان نے ان کو خرید کر آزاد کردیا۔ یہ مستقل طور پر مکہ میں رہنے لگے۔ انہوں نے اپنی محنت، جفاکشی اور حسن تدبر سے یہاں بہت سی دولت جمع کرلی۔

جب مکہ میں اسلام کا چرچا ہوا تو ان کے دل نے بھی انگڑائی لی، خود ہی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرلیا۔ دامن نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایسی پناہ ملی کہ پھر الگ نہ ہوئے، صبح وشام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں گزرنے لگے۔

جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی تو صہیبؓ اپنی مجبوریوں کی وجہ سے مکہ نہ چھوڑ سکے لیکن مکہ میں جو چند مجبور ولاچار مسلمان رہ گئے تھے۔ ان پر کفا کے مظالم اور بڑھ گئے۔ صہیبؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرقت گوارا نہ ہوئی۔ دن رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد میں روتے اور تڑپتے تھے، کسی بھی طرح چین نہ آتا تھا۔ آخر چند دن مکہ میں ٹھہرے اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا۔

حضرت صہیبؓ نے ابتداء ہی میں اپنے تبدیل مذہب کا حال ظاہر کردیا تھا اور راہ خدا اور

عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گوناگوں مصائب ومظالم برداشت کئے لیکن استقامت صبر اور تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ حضرت صہیبؓ سب سے آخری مہاجر تھے۔ انہوں نے رخت سفر درست کرکے ہجرت کا قصد فرمایا تو مشرکین قریش نہایت سختی کے ساتھ سدراہ ہوئے اور بولے، ''تم مفلس و محتاج یہاں آئے تھے مکہ میں رہ کر دولت وثروت حاصل کی یا جمع کی، جب تم مکہ میں آئے غلام تھے ہم نے تم کو آزاد کیا۔ اب یہ اس قدر دولت لے کر تم مکہ سے ہرگز نہیں جاسکتے۔''

حضرت صہیبؓ بن سنان نے جاعت قریش سے کہا، تمہیں معلوم ہے کہ میں تم لوگوں میں سے سب سے زیادہ نشانہ باز ہوں یہ ترکش جو تم دیکھ رہے ہو، اللہ کی قسم جب تک اس میں ایک بھی تیر ہے تم میرے پاس نہیں آسکتے، البتہ میں تمہیں یہ تمام دولت دے سکتا ہوں لیکن تم مجھے اپنے جان سے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانے سے نہیں روک سکتے۔ قریش اس شرط پر راضی ہوگئے۔ حضرت صہیبؓ نے اپنا تمام مال ومتاع اور کمائی انہیں دے دی اور سینہ میں عشق ومحبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طوفان لئے اور دامن میں ایمان کی دولت بھرے مدینہ آستانہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہنچ گئے۔ (مہاجرین اول)

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا: ''اے ابو یحییٰ! یہ بڑی نفع بخش تجارت ہوئی، اے ابو یحییٰ! یہ بڑی نفع بخش تجارت ہوئی'' دو دفعہ فرمایا، اس کے بعد قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ کر سنائی، ترجمہ ''لوگو! تم میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے ساتھ خرید لیا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔''

''ذوق و شوق دیکھ دل بے قرار کا''

حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مدینہ والوں کو آخری وصیت کے لئے بلایا اور بہت سی نصیحتیں کیں، پھر فرمایا: ''مجھ پر جس کا جو حق ہو وہ آج لے لے، کسی کا قرض ہو تو بے باق کر لے، کسی کی دل آزاری کی ہو تو وہ اپنا بدلہ لے لے تا کہ میں آخرت کے عذاب سے محفوظ رہوں۔''

مہاجرین وانصار کے دل غم واندوہ سے پھٹے جارہے تھے۔ سب طرف سناٹا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار دہرا کر بدلہ لینے کا اصرار کر رہے تھے۔ حضرت عکاشہؓ مجمع میں سے کھڑے ہوئے اور عرض کیا، ''مجھے اپنا حق لینا مقصود نہ تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصرار کر رہے ہیں اس لئے ایسا کہہ رہا ہوں۔ ایک دفعہ جب تبوک کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اونٹنی کو تیز کرنے کے لئے کوڑا اچلایا تو وہ میرے کندھے پر پڑا اور مجھے چوٹ لگ گئی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے عکاشہؓ تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ مجھے عقبیٰ کی فضیحت سے بچالیا۔'' پھر حضرت سلمان فارسیؓ سے فرمایا: ''سلمان جاؤ، میرا کوڑا فاطمہؓ کے گھر ہے تم اس کو لے آؤ۔'' سلمان فارسیؓ روتے ہوئے فاطمہؓ کے گھر گئے اور وہ کوڑا جو تبوک کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا لے کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آئے۔ کوڑے کو دیکھ کر سب صحابہ کرامؓ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور اندر ہی اندر سب کو حضرت عکاشہؓ پر بہت غصہ آیا تھا۔

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبلے کی جانب رُخ کیا اور فرمایا: ''عکاشہؓ! اگر تجھے مجھ سے محبت ہے تو بلا مروت ایسا ہی کوڑا میری پیٹ پر مار جیسے تجھے لگا تھا تا کہ میں عذاب آخرت سے بچ سکوں۔''

''عکاشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میری پیٹھ پر کوڑا پڑا تو میں برہنہ پیٹھ تھا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کندھے سے چادر ہٹادی، مہر نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظر آنے لگی۔ حضرت عکاشہؓ نے مہر نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھی تو مچھ میں جھومنے لگے اور مہر

نبوت کے بوسے لینے لگے اور عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، نہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مجھے کوڑا مارا اور نہ مجھ میں انتقام لینے کی جرأت، بس آخری وقت میں مہر نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر کے اپنے اوپر آتش دوزخ کو حرام کرنا چاہتا تھا''۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔ترجمہ: عقل حیران تھی کہ عجب حال ہے کہ اس میں ہجر زیادہ تعجب خیز ہے یا وصل۔ کاش! مستی عشق کے زبان ہوتی کہ وہ عاشقوں کی کیفیت کے پردے اُٹھا دیتی۔

''عشق کی مستی سے ہے یہ پیکر گل تابناک''

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمرانؓ بن حصین فضل و کمال کے اعتبار سے ممتاز ترین صحابہ کرامؓ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ والہانہ و گہری عقیدت و شیفتگی تھی۔ حضرت عمرانؓ کی پوری زندگی عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مذہب کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ ہر عمل میں اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش نظر رہتا تھا۔

حضرت عمرانؓ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محصل خراج مقرر کیا تھا۔ آپؓ خراج وصول کرتے اور عوام کی فلاح و بہبود پر ضرورت کے مطابق خرچ کر دیتے تھے۔ کچھ بچتا تو اسے بیت المال بھیج دیتے تھے۔ کوفہ کی گورنری کے زمانہ میں عبید بن زیاد نے بھی ان کو محصل خراج کا عہدہ پیش کیا۔ آپؓ نے یہ عہدہ قبول کر لیا لیکن جب خراج وصول کر کے واپس لوٹے تو ایک درہم بھی ساتھ نہ لائے، پوچھا گیا، خراج کی رقم کیا ہوئی؟ جواب دیا: ''جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں وصول کیا کرتا تھا اسی طرح وصول کیا جن مدوں پر خرچ ہوتا تھا ان پر خرچ کر دیا، اس سے ہٹ کر میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

حضرت عمرانؓ نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر آپؓ کے والد حصین اور قوم کے دیگر افراد نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ حصین نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سخت دشمن تھا۔ ایک مرتبہ وہ برا ارادہ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں آیا۔ حصین کے بیٹے عمرانؓ جو مسلمان ہو چکے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب بیٹھے تھے اپنے باپ کو آتے دیکھا تو نہ ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوئے اور نہ ان سے کوئی بات کی بلکہ ایسے ہو گئے جیسے وہ حصین کو جانتے ہی نہیں ہیں، بالکل توجہ نہ دی کیونکہ وہ کافر تھے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حصین کی طرف توجہ فرمائی ان کو بٹھایا پھر قرآن پاک کی چند آیات تلاوت فرمائیں اور ایمان لانے کی دعوت دی، حصین خاموشی سے سنتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام قبول کر لو سلامتی پاؤ گے۔ حصین نے کہا، ''میری قوم اور قبیلہ بھی ہے ان کا

معاملہ بھی قابل غور ہے۔ بتایئے میں کیا کروں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم یہ دعا کرو، اے اللہ! مجھے سیدھے راستے کی ہدایت دے، مجھے ٹھیک فیصلہ کرنیکی توفیق عطا فرما، مجھے کثرت سے نفع بخش علم عطا فرما۔''

حصین نے یہ دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کا دل اسلام کے لئے کھول دیا۔ جب عمرانؓ نے اپنے والد حصینؓ کو کلمہ شہادت پڑھتے سنا تو بے ساختہ اٹھے، ان کے ہاتھ، سر اور پاؤں چومنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ منظر دیکھ کر بہت متاثر ہوئے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے فرمایا: ''میں عمرانؓ کے عمل سے بہت متاثر ہوا ہوں۔''

حضرت عمرانؓ استسقاء کے مرض میں مبتلا ہوئے، مرض بڑھتا گیا۔ آخر نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ پیٹ میں شگاف ہو گیا...... لوگوں نے کہا اب تو آپؓ کی حالت دیکھی نہیں جاتی کیوں نہ اس کو داغا جائے تاکہ آپؓ کو آرام ہو، حضرت عمرانؓ نے جواب دیا: ''لوگو! رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داغنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ مجھے یہ گوارا ہے کہ میں اس مرض کی تکلیف سے مر جاؤں، لیکن خدا کی قسم یہ ہرگز گوارا نہیں کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف عمل کروں۔ جو چیز اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند نہیں اس کے کرنے میں اپنی جان دینے کو زیادہ آسان سمجھتا ہوں۔''

(مستدرک حاکم، طبقات ابن سعد، حجتہ اللہ جلد 2، اسد الغابہ جلد 4)

حضرت عمرانؓ بن حصینؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنی محبت وعقیدت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر احترام واکرام کرتے تھے کہ جس ہاتھ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی اس ہاتھ سے عمرانؓ نے اپنی شرم گاہ کے مقام کو نہیں چھوا تھا۔

''مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند''

حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

11 ھ نبوت میں جب چھ سعید الفطرت خرجیوں کے ذریعے ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت حق اہل یثرب کو پہنچی تو حضرت سعدؓ بن ربیع نے کسی تامل کے بغیر اس دعوت کو قبول کر لیا اور یوں انصار کے سابقون الاولون میں شمار ہونے کی سعادت عظیم حاصل کی۔ سعد بن ربیع نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی شیدائی اور بے حد جاں نثار صحابیؓ ہیں۔

علامہ ابن سعدؒ نے لکھا ہے کہ وہ انصار کے ان چند لوگوں میں سے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اسے زمانہ جاہلیت میں بڑا کمال سمجھا جاتا تھا۔ دولت وثروت کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت سعدؓ کو نہایت صالح فطرت بھی عطا کی تھی۔ انہیں ان پچھتر (75) نفوس قدسی میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے جنہوں نے بیعت عقبہ کبیرہ میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہ مقدس عہد وفا باندھا تھا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! رب ذوالجلال کی قسم! ہم ہر حال میں اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد اور حفاظت کریں گے۔''

اس کے صلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کو جنت کی بشارت دی اور فرمایا: ''میرا خون تمہارا خون اور میرا ذمہ تمہارا ذمہ ہے۔ جس سے تم لڑو گے اس سے میں لڑوں گا جس سے تم صلح کرو گے اس سے میں صلح کروں گا۔''

''یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا''

2 ھ میں حضرت سعدؓ کو اصحاب بدر میں شامل ہونے کا عظیم شرف حاصل ہوا۔ بدر کے بعد جنگ اُحد میں بھی شریک ہوئے اور بڑی پامردی اور جاں بازی سے لڑے، یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑے۔ موطا کی ایک روایت ہے کہ ان کو بارہ شدید زخم لگے۔ حضرت سعدؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان سے بڑا تعلق خاطر تھا۔ جنگ کے بعد وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نظر نہ آئے تو صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''کوئی ہے جو سعدؓ بن ربیع کی خبر لائے؟''

حضرت ابی بن کعبؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جاتا ہوں۔''

زرقانی کی روایت ہے کہ میدان جنگ میں لاشوں کے درمیان پھر کر سعدؓ بن ربیع کو تلاش کرنے لگے۔ بار باران کا نام لے کر پکارتے تھے لیکن کوئی جواب نہ ملتا تھا، آخرانہوں نے بلند آواز سے یہ الفاظ کہے، ''سعدؓ اگر زندہ ہوتو جواب دو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔'' اس وقت سعدؓ کا دم واپسی تھا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام گرامی سنا تو اپنے اندر ایک توانائی محسوس کی، روح اور جسم کی تمام قوتوں کو مجتمع کر کے نحیف آواز میں جواب دیا: ''رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں میرا سلام عرض کرنا اور میرے انصاری بھائیوں سے کہنا کہ اگر خدانخواستہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے اور تم میں سے کوئی ایک بھی زندہ بچا تو اللہ تعالیٰ کو ہرگز منہ نہ دکھا سکو گے اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا، اس لئے کہ ہم نے لیلۃ العقبہ میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہونے کا حلف اٹھایا تھا۔''

حضرت ابی بن کعبؓ کھڑے ان کی باتیں سنتے رہے اسی حال میں انہوں نے ایک ہچکی لی اور ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے۔

ایک دردمند شاعر نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں نظم کیا ہے۔

ارشاد مصطفیؐ ہوا ہنگام ختم جنگ
کیا سعدؓ بن ربیع سے کوئی باخبر ہے فرد
بے حد تلاش اور بہت جستجو کے بعد
زخمی سپاہیوں میں نظر آیا نیک مرد
دم توڑتا تھا خون میں نہایا ہوا تھا سعدؓ
دل میں مگر تھا عشق رسول خداؐ کا ورد
فرمایا تھوڑی دیر کا بس مہمان ہوں
اے مہرباں! حضورؐ کو پہنچا سلام جلد
پیغام قوم کو یہی بالاختصار ہے
باقی ہے روح جسم میں قائم ہے گر جسد

دشمن نہ آنے پائے رسول خداؐ کے پاس
روزِ حساب ہوگا ہر اک عذر ورنہ رد

حضرت ابی بن کعبؓ نے واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا سلام پہنچایا اور وہ کلمات دہرائے جو حضرت سعدؓ نے آخری دم کہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ سعدؓ پر اپنی رحمت کی بارش برسائے، وہ موت وزندگی دونوں میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہؐ کی خیر خواہی کے خواہش مند تھے۔'' (تاریخ طبری، زرقانی، اسد الغابہ، حجتہ اللہ جلد دوم)

صدق خلیل بھی ہے عشق، صبر حسینؓ بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں، بدر وحنین بھی ہے عشق

حضرت سعدؓ اپنے جوش ایمان، عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جذبہ ایثار وخلوص کی بدولت تمام صحابہ کرامؓ میں بڑی عزت واحترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ درحقیقت ان جاں نثاروں نے اپنی جاں نثاری کا پورا پورا ثبوت دے دیا کہ زخموں پر زخم لگے ہیں، دم توڑ رہے ہیں مگر کیا مجال، کوئی شکوہ شکایت، کوئی گھبراہٹ، کوئی پریشانی لاحق ہو جائے، ولولہ اور فکر ہے تو بس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جاں نثاری کا۔

صحابہ کرامؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عاشق ودیوانے تھے۔ اپنی جان قربان کرنے کے لئے بالکل دریغ نہ کرتے تھے لیکن یہ محبت صرف ظاہری نہ تھی بلکہ اس محبت کا اثر ان کے کردار واعمال میں سنتوں کی شکل میں نمایاں اور جھلکتا تھا۔

''کاش ہم نا اہلوں کو بھی اس محبت کا کچھ حصہ نصیب ہو جائے۔''

''عشق سوزِ زندگی ہے تا ابد پائندہ ہے''

عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عکرمہؓ بن ابوجہل اسلام کے بدترین دشمن کے بیٹے تھے۔ اسلام کی دشمنی کی وجہ سے مسلمانوں نے عمرو بن ہشام کا نام ابوجہل رکھ دیا تھا۔اسی نام سے آج تک یاد کیا جاتا ہے۔

ولید اور ابوجہل، چچا بھتیجا اسلام کے مقابلے میں اپنی تمام چالیں چلا کرتے۔ مسلمانوں پر انتہائی ظلم وستم ڈھا کر اور قسم قسم کی ایذائیں دے کر اسلام چھوڑنے پر مجبور کرتے تھے۔ابوجہل کہا کرتا تھا کہ پیغمبر کسی کو بنایا ہی جانا تھا تو پھر مکہ اور طائف کے بڑے سرداروں میں سے کیوں نہ یہ اعزاز کسی کے حصہ میں آیا؟

یہی ولید اور ابوجہل ہیں کہ جن کے اپنے بیٹوں اور پوتوں نے بعد میں اسلام کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دی۔عکرمہؓ بن ابوجہل اسی دشمن اسلام کے بیٹے تھے لیکن قدرت کاملہ نے ان سے کوئی اور ہی کام لینا تھا۔عکرمہ اپنے باپ کے قتل کی وجہ سے آتش انتقام میں جل رہا تھا۔ جنگ اُحد میں مسلمانوں کو سب سے بڑا نقصان خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل ہی کے ہاتھ سے پہنچا تھا۔عکرمہ اور اس کے ساتھی نور اسلام کو بجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔جس نور کی حفاظت آئندہ چل کر انتہائی کٹھن حالات اور شدید طوفانوں کے مقابلہ پر جان کی بازی لگا کر خود انہیں انجام دینا تھی اللہ نے انہیں ڈھیل دے رکھی تھی اور یہ ڈھیل ان کے حق میں خیر وفلاح ثابت ہوئی۔(سیر الصحابہؓ حصہ ہفتم جلد دوم ص 127)

فتح مکہ کے بعد جب حالات کا پانسہ پلٹا تو عکرمہ بن ابوجہل بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے تو عجیب منظر تھا۔ دیکھنے والے متجسس تھے اور عکرمہ پریشان تھا کہ سرزنش ہوگی، لیکن وہاں دنیا نے کچھ اور ہی منظر دیکھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک پر خوشی کی لہر دوڑ گئی، زبان مبارک سے پھول جھڑنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عکرمہ کا استقبال اس طرح کر رہے تھے جیسے کوئی باپ اپنے گم شدہ بچے کو طویل عرصے بعد اچانک گھر کے دروازے پر دیکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ مرحبا بالراکب المہاجر یعنی ''وطن چھوڑ کر جانے والے شہ سوار خوش آمدید۔'' حاضرین مجلس کو عکرمہ کی اس پذیرائی پر رشک آ رہا تھا۔

عکرمہ تمام قدیم پیمانہ ہائے خیر وشر کو توڑ کر ایک نئی زندگی میں داخل ہو رہا تھا۔ فرطِ ندامت سے سر جھکالیا، اور نظریں نیچی کر کے ان الفاظ میں حقانیت کا اعتراف کیا، ''میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ سب سے زیادہ نیک، سب سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والے ہیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقرب حاصل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حسنہ کا اندازہ ہوا، پھر کیا تھا دل و جان سے عاشق وشیدائی ہو گئے۔ گزشتہ گناہوں کی پوری فہرست نگاہوں کے سامنے آ گئی۔ اس کو دور کرنے کے لئے تمام مال و دولت اللہ کی راہ میں لٹا دیا۔

ایک مرتبہ حضرت عکرمہؓ نے خیر البشر، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے عکرمہ بن ابوجہل نہ کہا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ کرامؓ کو حکم دیا۔ ترجمہ: ''مرے ہوئے لوگوں کی وجہ سے زندہ لوگوں کی دل آزاری نہ کرو۔'' اس کے بعد صحابہ کرامؓ حضرت عکرمہؓ کو عکرمہؓ بن عمرو ابن ہشام کہتے تھے۔

قدرت کا نظام بھی کتنا عجیب ہے۔ نوح علیہ السلام کو منصب نبوت دیا مگر انہی کے گھر میں کنعان جیسا ضدی کافر جنم لیتا ہے۔ آذر بت گری و بت فروشی کا کاروبار کرتا ہے مگر اسی کے ہاں جد انبیاء خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوتے ہیں اور پھر............ ابوجہل جس کے دل و دماغ اور جسم کے ایک ایک روئیں میں مخاصمت اسلام کا بیج بویا گیا ہے اسی کے ہاں شہید، اسلام عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوتے ہیں۔

اسلام قبول کرنے کے بعد ان الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عفو تقصیر کی درخواست کی کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بہت سے مواقع پر عداوت و دشمنی کا ثبوت دے چکا ہوں۔ مسلمانوں سے لڑنے کے لئے میدان میں گھوڑے دوڑائے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا فرمائیں۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائے مغفرت فرمائی۔ ان تمام مراحل کے بعد عکرمہؓ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ کی قسم میں نے اسلام کے مقابلے میں کفر کی راہ پر جتنا مال و دولت خرچ کیا ہے اور اسلام کے خلاف جتنی جنگیں لڑی ہیں...... اس سے کئی گناہ زیادہ اسلام کے

لئے خرچ کروں گا کئی گنا زیادہ جنگیں اسلام کی حمایت میں لڑوں گا۔(موطا امام مالکؒ) اے اللہ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ''میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ہمیشہ اسلام پر ثابت قدم رہوں گا۔''

اسلام قبول کرنے کے بعد اس پیشانی کو جو برسوں لات وعزیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو چکی تھی اب خدائے قدوس کی جبہ رسائی کے لئے وقف کر دیا تھا۔ قرآن مجید کے ساتھ والہانہ شغف تھا۔

شام کی معرکہ آرائیوں کے لئے جب انتظامات ہونے لگے تو ایک دن خلیفہ ابوبکر صدیقؓ لشکر کا معائنہ کرتے ہوئے ایک خیمے کے پاس پہنچے تو اس کے چاروں طرف سامان جنگ تلواریں، نیزے اور گھوڑے دکھائی دیئے، قریب جا کر دیکھا تو اندر عکرمہؓ بن عمرو ابن ہشام موجود تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سلام کیا اور پوچھا: ''عکرمہؓ! تم جنگ کے اخراجات کے لئے جتنی رقم چاہو، وہ لے لو۔'' عرض کی ''یا امیر المومنین! واللہ مجھے کسی رقم کی حاجت نہیں، میں نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عہد کیا ہے کہ جتنی لڑائیاں میں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں لڑی ہیں اس دوگنی ان کی محبت وعقیدت میں لڑوں گا اور جتنی دولت میں نے ان کی مخالفت میں خرچ کی ہے اس سے دگنی ان کی محبت میں خرچ کروں گا۔''

(سیر الصحابہؓ حصہ ہفتم جلد دوم ص 128)(مستدرک حاکم جلد 3 ص 241)

یرموک کی جنگ میں انہوں نے انتہائی بہادری وشجاعت کا ثبوت دیا، دشمن کی صف میں شیر کی طرح گھس جاتے تھے جب ان کا سر اور سینہ زخموں سے بری طرح چور ہو گیا تو لوگوں نے کہا: ''عکرمہؓ! اللہ سے ڈرو خود کو اس طرح ہلاک نہ کرو۔'' عکرمہؓ نے جواب دیا: ''جو شخص لات وعزیٰ کے لئے جان پر کھیلا کرتا تھا وہ آج اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جان بچائے گا، اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔'' (سیر الصحابہؓ جلد دوم حصہ ہفتم ص 129)(طبری ص 215)

جب رومیوں کی فوج کے سیلاب کے سامنے مسلمانوں کے قدم اکھڑنے لگے تو عکرمہؓ آگے بڑھے اور پکارا: ''اے رومیو! ایک زمانے میں جب میں کفر کی حالت میں تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں جب مسلمانوں سے لڑتا تھا تو قدم پیچھے نہیں ہٹاتا تھا۔ آج جب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وعقیدت میں کافروں سے لڑ رہا ہوں تو قدم کیسے پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔'' یہ کہہ

کر اپنے چار سو ساتھی مجاہدین کے ساتھ آگے بڑھے اور رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ یہ لوگ اتنی بے جگری سے لڑے کہ قریب قریب سب ہی اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے۔ ان کی بہادری و پامردی سے رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے، مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئے ہوئے عہد کو انہوں نے فتنہ ارتداد اور شام کی معرکہ آرائیوں میں پورا کیا اور اپنے قول وعہد کو سچ کر دکھایا۔ اسلام کی خاطر انہوں نے اپنا سارا مال و دولت لٹا دی اور اسلام کی خاطر جنگیں لڑیں، تا آنکہ جنگ یرموک میں جام شہادت نوش فرمایا۔

(طبری، اسد الغابہ جلد 4)

''جب سے آباد تیرا عشق ہوا سینے میں''

حضرت عبداللہ بن عبدنہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ذوالبجادین)

حضرت عبداللہؓ بن عبدنہم کے بچپن میں ہی باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ چچا نے بہت لطف وکرم اور محبت سے پرورش کی۔ جب یہ جوان ہوئے تو ان کے چچا نے ان کو بہت سا سرمایہ، اونٹ، بکریاں اور غلام دے کر صاحب حیثیت بنا دیا اور یہ اپنی زندگی خوش حالی سے گزارنے لگے۔

جب توحید کا پیغام عام ہوا، تو یہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے،ٹوٹے ہوئے دلوں میں قبول حق کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اور یتیمی نے بہت گداز پیدا کر دیا تھا۔ چچا سے جا کر کہا: ''پیارے چچا مجھے برسوں انتظار کرتے گزر گئے کہ کب آپ کے دل میں اسلام کی تحریک پیدا ہوتی ہے اب میں مزید انتظار نہیں کر سکتا مجھے اجازت دیجئے میں اسلام قبول کر کے مسلمان ہو جاؤں۔'' چچا نے کہا دیکھ۔ ''اگر تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین قبول کرنا چاہتا ہے تو میں تم سے سب کچھ چھین لوں گا اور تجھے اس طرح مفلس بنا دوں گا کہ تیرے بدن پر ایک کپڑا تک نہ چھوڑوں گا۔''

چچا بڑا اسلام دشمن تھا لیکن توحید کی سرمستی اور عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیوانہ، جس کے دل میں ایمان کی دولت بھر چکی تھی۔ وہ دنیاوی خرافات کو کیا دھیان دیتا۔ عبداللہؓ نے کہا اگر ایسا ہے تو میں مسلمان ہوں۔ اس طرح عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیوانہ اسلام کے شیدائیوں میں شامل ہو گیا۔ پھر ''بولے چچا کچھ بھی ہو، اس ذات اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وعقیدت تو اب دل سے نکلنے والی نہیں ہے۔'' یہ بے باکانہ جواب سن کر چچا غصے میں پاگل ہو گیا اور تمام مال ومتاع چھین لیا حتیٰ کہ بدن کے کپڑے تک اتروا کے مادرزاد برہنہ کر کے گھر سے نکال دیا۔

(اسد الغابہ۔ رحمت اللعالمین جلد اول)

اسی حالت میں ماں کے پاس پہنچے وہ یہ سب دیکھ کر حیران وپریشان ہوئیں اور پوچھا کیا ہوا؟ آپؓ نے ماں کو جواب دیا، میں شرک وبت پرستی سے تنگ آ گیا ہوں، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے پاس اسلام قبول کرنے جارہا ہوں۔ چچا نے مجھ سے سب کچھ چھین کر یہ حال کر دیا ہے۔ ستر پوشی کے لئے کوئی کپڑا دیجئے۔ ماں نے ایک کمبل دے دیا جو آپؓ نے پھاڑ کر آدھا تہہ بند کے طور پر استعمال کیا اور آدھا اوپر اوڑھ لیا پھر مدینہ روانہ ہو گئے۔ اعزاء واقرباء سے ناطہ ٹوٹ چکا تھا۔

علی الصبح مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچ گئے اور ایک کونے میں بیٹھ کر نبی دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کرنے لگے، نماز کے بعد حسب معمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے مصافحہ کرنے اور آنے والوں پر نظریں دوڑانے لگے۔ عبداللہؓ پر نظر پڑی تو دریافت فرمایا کون ہو؟ عرض کی میرا نام عبدالعزیٰ ہے فقیر اور مسافر ہوں عاشق جمال مبارک، طالب ہدایت ہو کر در دولت تک آ پہنچا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم عبدؓاللہ ذوالبجادین ہو۔ (دو چادروں والے) تم ہمارے قریب ہی مسجد میں ٹھہرا کرو۔ یہ ارشاد مبارک سن کر حضرت عبداللہؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس طرح حضرت عبداللہؓ اصحاب صفہ میں شامل ہو گئے۔ یہاں انہیں ذہنی سکون میسر ہوا اور مقصد مل گیا جس کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے سب کچھ قربان کیا تھا۔ آستانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دربانی سے بڑھ کر کیا شرف ہوسکتا تھا جب تک زندہ رہے اس در صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دربانی نہ چھوڑی۔ (اسد الغابہ جلد 3)

غزوہ تبوک کی تیاری کے موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ دعا فرمائیں میں راہ خدا میں شہید ہو جاؤں۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کسی درخت کا چھلکا اتار لاؤ۔ جب وہ چھلکا لے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ چھلکا ان کے بازو پر باندھ دیا اور زبان مبارک سے فرمایا کہ میں اس کا خون کفار پر حرام کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہؓ نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تو شہادت کا طلب گار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم غزوہ کی نیت سے نکلو پھر تپ (بخار) آ جائے اور مر جاؤ، تب بھی تم شہید ہی ہو گے۔''

تبوک پہنچ کر یہی ہوا کہ تپ چڑھی اور عالم بقا کو سدھار گئے۔ رات کا وقت تھا، قابل رشک نظارہ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ ان کو لحد میں اُتار رہے تھے، چراغ حضرت بلالؓ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کی قبر میں اترے اور حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ سے فرمایا: ''اپنے بھائی کا ادب لحاظ رکھو۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست مبارک سے قبر پر اینٹیں

رکھیں، اور یوں دعا گو ہوئے: ''الٰہی! آج کی شام تک میں اس سے راضی وخوش رہا تو بھی اس سے راضی ہو جا۔'' (اسد الغابہ)

اس واقعہ کے راوی حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور حضرت عمر بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہؓ کی موت پر اتنا رشک آیا کہ دل نے کہا، کاش! ''میں اس قبر میں دبایا جاتا ان کی بجائے میں مرا ہوتا۔'' (ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد چہارم۔ سبل الہدیٰ والرشاد۔ رحمت اللعالمین، سیرت ابن ہشام جلد 3۔ مدینتہ الرسول)

ایک مرتبہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور عبداللہؓ اونچی آواز میں تلاوت کر رہے تھے کہ فاروق اعظمؓ نے کچھ کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا تو فرمایا: ''اے عمر فاروقؓ اسے کچھ نہ کہو یہ تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر، محبت میں سب کچھ چھوڑ آیا ہے۔

حشر میں ڈھونڈا ہی کریں ان کو قیامت کے سپاہی
پر وہ کس کو ملے جو تیرے دامن میں چھپا

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اسی اثنا میں ایک سوار مدینہ منورہ کے باہر آ کر رکا، اُس نے اپنی سواری کو بٹھایا، کپڑوں کے تھیلے سے اپنا حلّہ نکالا اور اُسے زیب تن کر کے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر سلام کیا اور بیٹھ گے۔ لوگ ان کی طرف عجیب شفقت کے انداز میں دیکھنے لگے، انہوں نے قریب کے آدمی سے پوچھا: ''کیا حضور میرا تذکرہ فرما رہے تھے؟'' اس نے کہا، ہاں! ابھی خطبہ کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تھوڑی دیر میں اس دروازہ کے راستے تمہارے پاس یمن کا ایک بہترین شخص آئے گا اس کے چہرے پر بادشاہت کی علامت ہوگی۔ وہ اپنے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سن کر بہت مسرور ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اس ہستی کا نام ''جریر بن عبداللہ بجلی'' تھا۔

حضرت جریرؓ کے علوئے مرتبت کی اس سے بڑی شہادت کیا ہوسکتی ہے کہ خود نطق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ے انہیں یمن کا بہترین آدمی قرار دیا۔ آپؓ کا شماران خوش قسمت صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے جن سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف محبت فرماتے تھے بلکہ ان کی تعظیم و تکریم بھی فرمایا کرتے تھے۔ جب وہ پہلی مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بیٹھنے کے لئے اپنی ردائے مبارک (چادر) بچھا دی اور لوگوں کو بھی یہ حکم دیا کہ جب کسی قوم کا معزز آدمی تمہارے پاس آئے تو اس کی عزت کیا کرو۔

صحیح مسلم میں ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان کو دیکھتے تو متبسم ہوتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے انور پر بشاشت پھیل جاتی تھی۔ حضرت جریرؓ نے جب اسلام قبول کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: ''جریرؓ تمہاری قوم کے جو لوگ بت پرستی ترک کر کے اسلام قبول کر چکے ہیں انہوں نے اپنے بتوں سے کیا سلوک کیا؟'' حضرت جریرؓ نے عرض کیا، ''خدا نے اسلام کو غلبہ عطا کیا، مساجد و صحراؤں میں صدائے توحید (اذان) بلند ہوئی تو انہوں نے اپنے بتوں کو

توڑ ڈالا۔'' نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت کیا کہ تمہارے بت کدہ ذوالخلصہ کا کیا ہوا؟ حضرت جریرؓ نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی تک باقی ہے یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم ذوالخلصہ کو ڈھا کر مجھے خوش نہ کرو گے؟'' کہا، بسروچشم حاضر ہوں لیکن میں گھوڑے کی پیٹھ پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک زور سے ان کے سینے پر مارا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی، ''خدایا ان کو گھوڑے کی پیٹھ پر جما دے اور ہادی ومہدی بنا۔'' حضرت جریرؓ ان دعاؤں کو لے کر ایک سو پچاس سواروں کے ہمراہ یمن پہنچے اور ذوالخلصہ (ذی الحلیفہ) کے صنم کدہ کو جلا کر خاکستر کر دیا اور ایک قاصد کو اطلاع دینے کے لئے روانہ کیا۔ اس نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خدا کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے میں اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہیں آیا جب تک ہم نے ذوالخلصہ (ذی الحلیفہ) بت کدہ کو جلا کر خارشتی اونٹ نہیں بنا دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مژدہ سن کر بہت مسرور ہوئے۔ روئے مبارک پر بشاشت پھیل گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مہم پر جانے والے پیدل اور سواروں کے لئے پانچ مرتبہ برکت کی دعا فرمائی۔ (بخاری شریف، باب غزوہ ذی الحلیفہ)

حضرت جریرؓ کو جب کبھی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہونے کا موقع ملتا تھا وہ سفر وحضر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو حرز جاں بنا کر رکھتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پر کس قدر عمل کرتے تھے اور کس طرح عمل کرتے تھے۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ ان کا خادم گایوں کو چرا کر لایا تو ان کے ریوڑ میں کسی اور کی گائے بھی آ گئی۔ حضرت جریرؓ نے فوراً خادم کو حکم دیا کہ اسے نکال دو، میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ دوسرے کے جانور کو صرف گمراہ اپنے ہاں رکھ سکتا ہے۔

بچھائی ہے جو عشق نے بساط اپنی

حضرت حارث بن ابی حالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جب اسلام کی اعلانیہ تبلیغ کا حکم ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا جاتا ہے اس کو صاف صاف کہہ دیجئے۔ (فاصدع بما تومر۔ الحجر۔ 4)

اس وقت مسلمانوں کی تعداد صرف چالیس کے قریب تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفا پہاڑی کی چوٹی پر کھڑے ہو کر قریش کو پکارا، جب مجمع جمع ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یا معاشر القریش!'' میں تم کو ایک اللہ کی عبادت کا پیغام دیتا ہوں، پس تم اس کو قبول کر لو۔''

قریش کے نزدیک یہ حرم کی سب سے بڑی توہین تھی کہ کوئی ان کے بتوں کو باطل کہے اور کسی اور معبود کی طرف بلائے۔ اس لئے کہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بات ناگوار گزری۔ دفعتاً ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ قریش برہم ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ٹوٹ پڑے۔

حضرت حارثؓ بن ابی حالہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائی اور جاں نثار تھے۔ ان کو اس بات کی خبر ہوئی تو فوراً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچانے کے لئے دوڑتے ہوئے آئے، دیکھا کہ قریش سب طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھیرے ہوئے ہیں اور (نعوذ باللہ) شہید کر دینا چاہتے ہیں۔ حارثؓ بن ابی حالہ کو کچھ سمجھ نہ آئی کہ اب کیا کریں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے بچاؤں۔ جب کوئی اور ترکیب نہ سوجھی تو فوراً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر اس طرح جھک گئے کہ کوئی تلوار کا وار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہ ہو۔ سب طرف سے کفار کی تلواریں حضرت حارثؓ بن ابی حالہ پر پڑنے لگیں، یہاں تک کہ یہ موقع پر شہید ہو گئے اور اسلام کے شہید اول کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔

ترک مال و ترک جاں و ترک سر
در طریق عشق اول منزلست

(اصابہ۔ احوال الصحابہؓ)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حذیفہؓ بن یمانؓ کا شمار ان بلند مرتبہ صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے جنہیں خود سالارِ انبیاء فخر رسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت میں اپنی معیت کی بشارت سنائی۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب ''صاحب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' تھا۔ اس لقب کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں منافقین کے نام بتا دیئے تھے جن کو وہ راز داری کے ساتھ محفوظ رکھتے تھے۔ آپؓ کسی منافق کا نام تو نہیں بتاتے تھے البتہ کہہ دیتے کہ اب اتنے منافق زندہ ہیں۔ لوگ انہیں اس لئے صاحب السر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے تھے۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابھی مدینہ میں نزول نہیں فرمایا تھا کہ حسیلؓ اور حذیفہؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کا حال سنا، دونوں باپ بیٹے سعید الفطرت تھے ان کے دل نے گواہی دی کہ داعئ اسلام خدا کے سچے رسول ہیں۔ ان کی دعوت قبول کرنے میں تاخیر خسران کا موجب ہے۔ چنانچہ ہر قسم کے خطرات کو بالائے طاق رکھ کر سیدھے مکہ پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بادہ ایمان سے مخمور ہو گئے۔

غزوہ بدر میں کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے لیکن غزوہ اُحد میں دونوں باپ بیٹے نہایت ذوق و شوق سے شریک ہوئے۔ حسیلؓ چونکہ بہت ضعیف العمر تھے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک دوسرے کبیر السن بزرگ حضرت رفاعہؓ بن وقشؓ انصاری کو عورتوں اور بچوں کے پاس ایک بلند ٹیلے پر بھیج دیا۔ ہنگامہ کارزار گرم ہوا تو دونوں بزرگوں کو جوش آ گیا۔ ''ایک نے دوسرے سے کہا، آخر ہم یہاں کیوں بیٹھے ہیں۔ ہم چراغ سحری ہیں آج مرے کہ کل مرے، چلو اللہ کی راہ میں لڑ کر شہادت کی سعادت کیوں نہ حاصل کریں۔'' دوسرے نے کہا۔ ''واللہ! تم نے سچ کہا، چنانچہ دونوں تلواریں سونت کر میدان جنگ میں جا پہنچے۔ اس وقت ایک اتفاقی لغزش کی وجہ سے مسلمانوں میں افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ رفاعہؓ تو کسی مشرک کے ہاتھوں شہید ہو گئے لیکن حسیل الیمانؓ کو کچھ مسلمانوں نے غلطی سے مشرک سمجھ کر شہید کر ڈالا۔ حضرت حذیفہؓ پکارتے رہے کہ اللہ کے بندو یہ میرے باپ ہیں لیکن افراتفری میں کسی نے ان کی ایک نہ سنی، باپ کی شہادت پر حذیفہؓ کو بہت دکھ ہوا مگر انہوں نے عفوو

درگزر سے کام لیا کیونکہ یہ فعل مسلمانوں سے نادانستگی میں سرزد ہوا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ واقعہ سنا تو حضرت حذیفہؓ سے ہمدردی کا اظہار کیا اوران کے جذبہ عفو کی تحسین فرمائی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جیب خاص سے حضرت حذیفہؓ کو دیت عطا فرمائی۔

غزوہ احزاب (خندق) میں حضرت حذیفہ کو ایک عظیم سعادت بھی نصیب ہوئی۔کفار کے ٹڈی دل لشکر نے تقریباً ایک ماہ سے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر رکھا تھا ایک رات عجیب واقعہ پیش آیا جو مسلمانوں کے حق میں تائید غیبی سے کم نہ تھا۔قریش کا لشکر جنگل میں خیمہ زن تھا۔یکا یک سخت آندھی آئی، آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے۔بجلی کی چمک اور بادلوں کی گرج نے خوفناک سماں باندھ دیا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔اس ہولناک طوفان سے مشرکین کا سخت نقصان ہوا۔خیمے اکھڑ گئے، ہانڈیاں چولہوں سے اُلٹ گئیں۔اس ناگہانی آفت سے حواس باختہ ہوکر مشرکین نے مدینہ کوچ کرنے کی ٹھانی۔

اُدھر مدینہ منورہ میں سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:
''کون ہے جو مشرکین کے لشکر میں جا کر ان کی نقل وحرکت اور ارادوں کا جائزہ لے کر مجھے آگاہ کرے، جو شخص یہ کام کرے گا میں اُسے جنت میں اپنی معیت کی بشارت دیتا ہوں۔'' سردی اور پھر ہوا کی شدت، کوئی شخص ہامی نہ بھرتا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ یہی جملہ دہرایا لیکن کسی طرف سے کوئی صدا نہ اٹھی، چوتھی بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ کا نام لے کر پکارا کہ ''حذیفہؓ جاؤ، یہ کام تم کرو لیکن خبردار کسی مشرک پر حملہ نہ کر بیٹھنا۔'' آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی تعمیل میں حضرت حذیفہؓ نہایت تیز رفتاری سے مشرکین کے لشکر کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچے اس لشکر کے سربراہ ابوسفیان کی کمر میں شدید چوٹ لگ گئی تھی۔ وہ اسے سینک رہا تھا۔حضرت حذیفہؓ کا دل چاہا کہ اسے اپنے تیر کا ہدف بنائیں لیکن سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت یاد آگئی اور اپنا ہاتھ روک لیا۔مشرکین کی شکستہ حالی اور بدحالی کا جائزہ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور تمام حالات من وعن عرض کئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی کارگزاری سے بہت خوش ہوئے، انہیں اپنا کمبل اوڑھایا، سفر کی تھکان اور سردی سے بے حال ہو رہے تھے۔کمبل اوڑھ کر اسی جگہ بے خبر سو گئے، صبح ہوئی تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی شفقت سے یہ کہہ کر جگایا: ''اے سونے والے اب اُٹھ۔''

غزوہ احزاب کے بعد حضرت حذیفہؓ نے خیبر، بیعت رضوان، فتح مکہ اور دوسرے غزوات

میں مجاہدانہ بھرپور حصہ لیا۔ وہ رفتار، گفتار اور عادات ہر چیز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کرنے کی پوری کوشش کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ظہر سے عشاء تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے مستفیض ہوتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانے کا اتفاق ہوتا تو جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شروع نہ کرتے وہ کھانے کو ہاتھ نہ لگاتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حذیفہؓ سے بڑی محبت تھی، بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخلیہ میں ان سے گفتگو فرماتے۔ ایک دفعہ کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت حذیفہؓ چند دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر نہ ہو سکے۔ ان کی والدہ ربابؓ کو معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئیں ان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت وعقیدت تھی۔ وہ چاہتی تھیں کہ حذیفہؓ باقاعدگی سے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا کریں فوراً حکم دیا کہ ابھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاؤ۔ شام ہو رہی تھی وہ بھاگے بھاگے گئے اور مغرب کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پڑھی، نماز پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد سے باہر نکلے تو حذیفہؓ بھی سر جھکائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے ہو لئے۔ چند قدم چل کر معاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور پوچھا کون؟ عرض کیا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام حذیفہؓ'' فرمایا، ''اللہ تمہاری اور تیری ماں کی مغفرت فرمائے۔''

اس کے بعد حضرت حذیفہؓ نے بارگاہ نبوت میں بلا ناغہ حاضری کو اپنا شعار بنالیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر اتنی شفقت اور اعتماد فرماتے تھے کہ دوسروں کو رشک آتا تھا وہ انہیں صاحب السر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے تھے۔

ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے مجمع میں قیامت تک کے تمام فتنے بیان فرمائے۔ حضرت حذیفہؓ بھی موجود تھے انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خطبہ ہمیشہ یاد رکھا اور ایک وقت ایسا آیا کہ لوگوں کو اس موضوع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کا علم صرف حضرت حذیفہؓ کے ذریعے ہوتا تھا، کیونکہ اس مجلس میں موجود دوسرے صحابہ کرامؓ ایک ایک کر کے وفات پا گئے تھے۔ (صحیح مسلم کتاب الجہاد، غزوہ احزاب)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جنگ احد کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدان جنگ کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ اسلامی لشکر کی پشت پر جبل اُحد اور جبل رماۃ کے بیچ جو گھاٹی ہے اس سے دشمن گھات لگا کر حملہ کرسکتا ہے۔ مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچ سکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچاس تیراندازوں کا دستہ حضرت عبداللہؓ بن جبیر کی سرکردگی میں یہاں تعینات کر دیا اور حکم دیا کہ ''خبردار کسی بھی حالت میں تمہارا قدم یہاں سے ہٹنے نہ پائے اگر دشمن پیچھے سے حملہ آور ہو تو اپنے تیروں سے ان کا رُخ پھیر دینا چاہے ہماری شکست کا اندیشہ ہو یا مال غنیمت لٹنے کا تم یہاں پہاڑ کی طرح جمے رہنا۔''

جب لشکر اسلام کو دشمنوں پر فتح حاصل ہوگئی اور مال غنیمت لٹنے لگا تو یہ تیرانداز بھی اس کی طرف بڑھنے لگے۔ کسی نے عبداللہؓ بن جبیر سے کہا۔ ''اے سردار! اب تم یہاں کیا لے رہے ہو؟ جنگ ختم ہوگئی ہے۔ کفار پسپا ہوگئے ہیں، مال غنیمت لٹ رہا ہے کیوں نہ ہم بھی مال غنیمت اکٹھا کریں۔''

حضرت عبداللہؓ بن جبیر نے کہا ''لوگو! میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ اگر دشمن میرے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دے تو بھی میں اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا۔''

غرض چند لوگوں کے علاوہ تمام تیرانداز بھی وہاں سے رخصت ہوگئے۔ اسی دوران موقع پا کر حضرت خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل نے کچھ سپاہی لے کر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہؓ بن جبیر نے آخری دم تک ان کا سخت مقابلہ کیا اور شہید ہوگئے۔ لیکن عاشق وشیدائی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف قدم اٹھانا گوارا نہ کیا۔

(سیرت ابن ہشام۔ تاریخ طبری، زاد المعاد)

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

المجدع فی اللہ

حضرت عبداللہ بن جحش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ دوسرے یہ اُم المومنین حضرت زینبؓ کے حقیقی بھائی تھے۔

یہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وعقیدت میں تمام دنیا سے بے نیاز تھے۔ ان کی تمنا تھی کہ کسی طرح ان کی جان اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر قربان ہو۔ حق و باطل کے معرکہ اول (جنگ بدر) میں حضرت عبداللہؓ بن جحش، رضائے الٰہی اور حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصول کی خاطر اپنی بے سروسامانی کے باوجود کفر کی مہیب طاغوتی قوت سے بھڑ گئے۔ اس معرکہ میں انہوں نے شجاعت و جانبازی کا حق ادا کر دیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑا، پہلے کفارِ قریش کے عتاب کا شکار ہوئے، شعب ابی طالب کی سختیاں جھیلیں، پھر پورے خاندان کو لے کر حبشہ کی طرف ہجرت کی، دو مرتبہ حبشہ کی ہجرت کی، پھر تیسری مرتبہ مدینہ منورہ کی ہجرت کی۔ مدینہ پہنچ کر یہ ہر وقت اس بات کے منتظر رہتے تھے کہ انہیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی حکم ملے اور سرفروشی کا موقعہ حاصل ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انہیں بڑے اہم اور راز کے کاموں پر بھیجتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنا نوازا کہ ماہ محرم میں قتال کے فعل کو وحی کے ذریعے جائز قرار دیا۔

مستدرک حاکم میں حضرت سعید بن مسیّبؓ سے روایت ہے جنگ اُحد سے ایک روز قبل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو جاں نثار، عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متوالے، مدینہ منورہ میں دوسرے روز پیش آنے والے معرکہ کے بارے گفتگو کر رہے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے بھی روایت ہے کہ جنگ اُحد سے ایک روز پہلے میں نے اور عبداللہؓ نے اپنی اپنی دعا مانگی اور ایک دوسرے کی دعا پر آمین کہا۔ چنانچہ پہلے میں نے دعا مانگی، میرے الفاظ یہ تھے۔ ''اے خدا! کل جو دشمن میرے مدمقابل آئے وہ نہایت بہادر اور غضبناک ہو تا کہ میں اسے تیری راہ میں قتل کروں۔'' عبداللہؓ نے آمین کہا اور دست بدعا ہوئے۔ ''خدایا! کل مجھے ایسا مد

مقابل عطا کر جو نہایت بہادر و غضبناک ہو، میں تیری اور تیرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر اس معرکہ میں بڑی بہادری سے لڑوں، یہاں تک کہ وہ مجھے قتل کر ڈالے اور میرے ناک کان کاٹ ڈالے اور جب میں تجھ سے ملوں گا تو فرمائے گا اے عبداللہؓ، یہ تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے؟ تو عرض کروں گا تیرے اور تیرے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے، ان کو اپنی تمنا اتنی متوقع الحصول نظر آتی تھی کہ قسم کھا کھا کر کہتے تھے۔'' خدایا! میں تیری قسم کھاتا ہوں کہ میں دشمن سے لڑوں گا یہاں تک کہ وہ مجھے قتل کر کے میرا مثلہ کرے۔'' (اسد الغابہ)

اگلے روز جب اُحد کا معرکہ گرم ہوا، عبداللہؓ بن جحش اس جوش و خروش سے لڑے کہ تلوار ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کھجور کی چھڑی مرحمت فرمائی، جس نے ان کے ہاتھ میں تلوار کا کام کیا، دیر تک لڑتے رہے بالآخر اس حالت میں ابوالحکم ابن اخنس ثقفی سے مقابلہ ہوا تو بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ مشرکین نے ان کے ناک کان کاٹ کر دھاگے میں پروئے، ان کا مثلہ کیا۔ ان کا نام ہی المجدع فی اللہ، یعنی اللہ کے راستے میں کان کٹا ہوا مشہور ہوا۔

(اصابہ، زرقانی، سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد 2)

''اے درد عشق! ہے گہر آبدار تو''

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے جب ان کی نعش کو دیکھا تو بڑی حسرت سے کہا: ''خدا کی قسم عبداللہؓ کی دعا، میری دعا سے ہزار درجہ بہتر تھی۔'' (اسد الغابہ جلد سوم)۔ انہیں تمنا تھی تو صرف یہ کہ جان عزیز کسی طرح محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور راہ خدا میں نثار ہو جائے۔ چنانچہ یہ آرزو پوری ہوئی اور گوش بریدہ راہِ خدا، ان کے نام کا فضل امتیازی ہو گیا۔

حضرت عبداللہؓ بن جحش کے کردار کا نمایاں وصف اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہونا ہے۔ ان کے دل میں صرف شہادت ہی کی نہیں بلکہ اس بات کی بھی آرزو تھی کہ دشمن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے جرم میں ان کی لاش کو بگاڑ ڈالے اور اسی صورت کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر و پیش ہوں۔

غزوہ احد میں اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ آرزو پوری کر دی اور انہوں نے اپنے عمل سے اُمت مسلمہ کے لئے یہ سبق چھوڑا۔

''کس طرح جیتے ہیں یہ مر کر دکھانا چاہئے''

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو ہریرہؓ غزوہ خیبر میں دارالسلام آئے۔اس حساب سے ان کو چار سال صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا، مگر اس مدت میں سفر وحضر جلوت وخلوت میں خدمت اقدس سے جدا نہ ہوئے۔اس قلیل مدت میں جو لمحات میسر آئے ان سے پورا فائدہ اٹھایا۔جس کا نتیجہ یہ تھا کہ آپؓ پر تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت گہرا رنگ چڑھا تھا۔خشیت الٰہی اور خوف قیامت صحابہ کرامؓ کا خاص وصف تھا۔

تمام مہاجرین وانصار اپنے کاروبار میں لگے رہتے تھے۔حضرت ابو ہریرہؓ کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت، شیفتگی کی حد تک تھی۔ایک لمحہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہونا گوارا نہ تھا۔ان کا کام صرف یہ تھا کہ جمال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال سے، دیدار سے شوق کی آگ بجھائیں، ایک موقع پر اس کا اظہار بھی کیا، ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشاہدہ جمال میری جان کا سرمایہ رحمت اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ خاص وصف امتیاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو جس فیاضی سے علم کی دولت عطا کی، اسی فیاضی سے آپؓ نے مسلمانوں کے لئے وقف عام کیا، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، جہاں بھی کچھ مسلمان مل جاتے ان کے کانوں تک اقوال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچا دیتے۔ہر جمعہ کو نماز سے پہلے لوگوں کے سامنے حدیثیں بیان کرتے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا جب تک مقصورہ کا دروازہ نہ کھلتا اور امام برآمد نہ ہوتا۔

کمال کی حد تک آپؓ کو اپنی ہمہ دانی کا یقین واثق تھا۔ایک موقع پر اپنی زبان سے کہا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا کہ جسے مجھ سے زیادہ احادیث یاد ہوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کو علم کی بڑی جستجو تھی۔ان کا ذوق علم، حرص کے درجہ تک پہنچ گیا تھا۔ان کی علمی حرص کا اعتراف خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ایک دن حضرت ابو ہریرہؓ نے آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ ”قیامت کے دن کون خوش قسمت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق ہوگا؟“ فرمایا کہ ”تمہاری حرص علی الحدیث کو دیکھ کر میرا پہلے سے یہ خیال تھا کہ یہ سوال تم سے پہلے کوئی نہ کرے گا؟“

ذات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ والہانہ تعلق کا فطری اقتضا یہ تھا کہ آل اطہار کے ساتھ بھی یہی شیفتگی تھی۔ ایک مرتبہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سامنے حضرت حسنؑ کو گود میں اٹھایا اوران کے منہ کے ساتھ منہ ملا کر تین مرتبہ فرمایا کہ ”اے اللہ! میں اسے محبوب رکھتا ہوں اس لئے تو بھی اسے محبوب رکھ اوراس کے محبوب رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ۔“ اس کے بعد سے جب حضرت حسن علیہ السلام کو دیکھتے تو آنکھیں پرنم ہو جاتیں۔ (مسند احمد بن حنبلؒ جلد دوم)

عمیرؒ بن اسحاق راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت حسنؓ سے ملے تو ان سے کہا اپنے جسم مبارک کا وہ حصہ کھولئے جو سرور کائنات کا بوسہ گاہ تھا۔ آپؓ نے کپڑا اہٹا دیا، ابو ہریرہؓ نے اسی جگہ پر بوسہ عقیدت ثبت کر دیا۔ (ایضاً)

جب اسلامی فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا۔ اسلام میں خوش حالی و فارغ البالی کا زمانہ آیا، تب حضرت ابو ہریرہؓ کو اس بات کا بڑا قلق تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ زمانہ آنے سے پہلے وصال پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عسرت و تنگ دستی کو یاد کر کے اکثر رویا کرتے تھے۔ اس پورے دور میں ابو ہریرہؓ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لطیف و لذیذ کھانے سے محض اس لئے پرہیز کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

ایک مرتبہ لوگوں نے انہیں بھنی ہوئی بکری کی دعوت دی، انہوں نے اس لئے قبول کرنے سے انکار کیا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے اس حال میں سدھارے کہ کبھی جو کی روٹی بھی آسودہ ہو کر نہیں کھائی۔ خدا کی قسم میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ بھنا ہوا گوشت کھاؤں۔

(صحیح بخاری کتاب الاطعمہ)

”اتباع مجتبیٰؑ ہی ہے رضائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“

حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبیدہؓ بن حارث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی حارث بن عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ حضرت عبیدہؓ نے ابتدائے بعثت میں ہی اسلام قبول کرلیا تھا۔ حضرت عبیدہؓ اس وقت جوانی کی منزلوں سے گزر کر بڑھاپے کی حدود میں داخل ہو چکے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے عاشق وشیدائی تھے۔ حضرت عبیدہؓ کا شمار جلیل القدر صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے۔ کنیت ابومعاویہ تھی۔ 17 رمضان المبارک 2ھ کو بدر کے میدان میں علمبردان حق اور معبودان باطلہ کے پرستار ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو عبیدہؓ بن حارث بھی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔

آپؓ نے بڑے جوش وجذبے کے ساتھ اسلام کو حرز جاں بنایا اور مشرکین قریش کی مخالفت اور ایذارسانیوں کی پروانہ کی اور مطلق ہراساں نہ ہوئے۔ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتویں برس کے بعد جب قریش مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعب ابی طالب میں محصور ہونے پر مجبور کیا تو حضرت عبیدہؓ نے بھی بڑی وفاداری اور ہمت واستقامت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف حاصل کیا۔ پورے تین سال تک اس گھاٹی میں محصور رہے جہاں بھوک، تنگی ومصائب کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ اس مہیب دور میں حضرت عبیدہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلجوئی میں کوئی خاطر ومدارت کی کسر نہ رکھی اور ایک لمحہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ چھوڑنے کا تصور تک دل نہیں لائے۔

جنگ بدر میں جب ولید بن عقبہ نے مقابلہ طلب کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مقابلہ کے لئے بھیجا، یہ بڑی بہادری و پامردی سے لڑے لیکن موقع پا کر ولید نے ان پر ایسا وار کیا کہ ان کا پاؤں کٹ گیا، حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ نے آگے بڑھ کر ان کی مدد کی، ولید کا کام تمام کر کے حضرت عبیدہؓ کو میدان جنگ سے باہر لائے۔ جسم زخموں سے چور تھا۔ اور زندگی کی کوئی امید باقی نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تسکین خاطر کے لئے ان کے زانو پر سر مبارک رکھ دیا۔ ان کے چہرے پر عجیب قسم کی خوشی جھلکتی تھی۔ بڑی ہی محبت وعقیدت اور شیفتگی ووارفتگی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

چہرہ اقدس کو دیکھ کر فرمایا، اگر چچا ابو طالب آج زندہ ہوتے اور میری یہ حالت دیکھتے تو ان کو یقین ہو جاتا کہ میں ان کے قول کا کس قدر مستحق ہوں یعنی (ترجمہ) ''یعنی ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کریں گے۔ یہاں تک کہ ان کے اردگرد مارے جائیں گے اور اپنی بیویوں اور بچوں سے غافل ہو جائیں گے۔''

حضرت عبیدہؓ کے زخم اتنے مہلک تھے کہ معرکہ بدر کے بعد لشکر اسلام نے مدینہ کی طرف مراجعت کی تو راستے میں وادی صفرا میں حضرت عبیدہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں دم توڑ دیا۔ ان کی روح قصر عنصری سے پرواز کر گئی اور شہادت کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد المبازرہ، طبقات ابن سعد جز ثالث)

وہیں تدفین ہوئی۔ مدتوں تک وادی صفرا کی فضا سے مشک آتی رہی جو کوئی وہاں سے گزرتا اس خوشبو سے لطف اندوز ہوتا۔ اللہ! اللہ! یہ درجہ ہے ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور شہید راہ حق کا۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دارو رسن کہاں

غزوہ بدر سے ایک مدت بعد رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جاں نثاروں کے ساتھ وادی صفرا سے گزرے۔ رات گزارنے کے لئے وہیں پڑاؤ ڈال لیا۔ ہوا چلنی شروع ہوئی، اس میں سے مشک کی مسحور کن لپٹیں آ رہی تھیں۔ صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہیں سے مشک کی لپٹیں بڑی شدت سے آ رہی ہیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ابو معاویہؓ کی قبر کے یہاں ہوتے ہوئے تمہیں تعجب کیوں ہے؟'' سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شہید بدر کی بدولت ساری وادی معطر ہو گئی تھی۔ ابو معاویہؓ کنیت کے یہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی تربت کی بدولت ساری وادی صفرا معطر ہو گئی تھی، سیدنا حضرت عبیدہؓ بن حارث مطلبی شہید بدر تھے۔

(اسد الغابہ جلد 3، ابوداؤد جلد 2، زرقانی جلد اول)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خالد بن ولید بڑے بہادر سپہ سالار تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ بڑا دلچسپ و دلکش ہے۔ حضرت خالدؓ خود فرماتے ہیں کہ میں ان تمام جنگوں میں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف لڑی گئیں اور میں قریش کی طرف سے شریک رہا، لیکن ہر جنگ سے واپسی پر خیال آیا کرتا کہ میں برا کر رہا ہوں اور یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غالب آ کر رہیں گے۔

جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ کے لئے روانہ ہوئے میں قریش کے سرداروں کے ایک دستہ پر مامور تھا۔ میں نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے سامنے ظہر کی نماز پڑھائی، ہم نے ارادہ کیا کہ نماز ہی کی حالت میں ان پر ٹوٹ پڑیں ہم نے محسوس کیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے ارادے کی خبر ہوگئی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ نماز عصر، نماز خوف کے طریقہ پر پڑھی ہے۔ اس بات کا ہمارے دل پر بڑا اثر ہوا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرور حفاظت کی جاتی ہے۔ اس لئے ہم ایک طرف ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہمارے سواروں کے راستہ سے ہٹ گئے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ میں صلح کی اور قریش نے بغیر لڑے بھڑے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واپس کر دیا۔ تو میں نے دل میں کہا کہ اب کون سی کسر رہ گئی ہے۔ نجاشی کی طرف جاتا ہوں تو اس نے خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ اگر ہرکل کی طرف جاتا ہوں تو اپنے دین سے نکل کر نصرانیت اور یہودیت کی طرف جانا پڑتا ہے۔ میں اسی سوچ بچار میں تھا کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں عمرہ قضا کے لئے تشریف لائے۔ میں اپنی سابقہ خطاؤں سے شرمسار ہو کر مکہ سے غائب ہو گیا، میرے بھائی ولید جو اسلام لا چکے تھے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ مجھے بہت تلاش کیا نہ پایا تو مجھے خط لکھا، ”تعجب ہے تم جیسے عقل مند آدمی نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا، تمہارے بارے میں مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے سوال کیا کہ خالد کہاں ہے؟ اگر وہ اپنی سعی و کوشش اسلام کے ساتھ لگا دے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔ اے میرے بھائی جو گزرا سو گزرا، اب تو تلافی مکافات کرلو۔''

حضرت خالدؓ کہتے ہیں کہ یہ خط پڑھ کر میرے دل میں اسلام کی محبت جوش زن ہوئی، جی چاہا اُڑ کر مدینہ پہنچ جاؤں، مجھے زیادہ خوشی اس بات سے ہوئی کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے بارے میں پوچھا ہے۔ اسی دوران میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک قحط زدہ تنگ ملک میں ہوں پھر وہاں سے نکل کر ایک سرسبز شاداب اور وسیع ملک میں پہنچ گیا ہوں۔ مدینہ پہنچ کر میں نے یہ خواب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سنایا، انہوں نے خواب کی تعبیر میں بتایا کہ وہ تنگ آبادی شرک ہے، وسیع و سرسبز شاداب آباد تمہارا دائرہ اسلام میں داخل ہونا ہے۔ اب میں اس فکر میں تھا کہ کس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں، میں نے صفوان بن اُمیہ سے اس سلسلے میں ملاقات کی اور کہا مناسب یہ ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بابرکت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرلیں۔ صفوان نے سختی سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد عکرمہ بن ابوجہل سے ملا، اس نے بھی سختی سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد میں نبی دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں تنہا ہی چل دیا۔ راستے میں میری عثمانؓ بن طلحہ سے ملاقات ہوئی، جی میں آیا یہ میرا دوست ہے کیوں نہ اس سے ذکر کروں، میں نے وہی بات کہی جو پہلے دو آدمیوں سے کہی تھی، وہ فوراً آمادہ ہو گیا، راستے میں ہماری عمروؓ بن العاص سے ملاقات ہوئی وہ بھی مدینہ اسلام لانے کی نیت سے جا رہے تھے۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے ان سے پوچھا کہ تم دونوں کہاں کا ارادہ کر کے جا رہے ہو؟ جواب دیا اسلام میں داخل ہونے کے لئے۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے کہا یہی چیز مجھے بھی لے جا رہی ہے۔ اب ہم تینوں مدینہ جا پہنچے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہماری آمد کی اطلاع ملی تو بہت خوش ہوئے۔ میرا بھائی ولیدؓ کہنے لگا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری آمد سے خوش ہیں اور انتظار کر رہے ہیں، ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف دیکھ کر مسکرا دیئے بڑی خندہ پیشانی سے میرے سلام کا جواب دیا، میں نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک محمد رسول اللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے قریب بٹھالیا اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد و ثنا ہے جس نے ہدایت بخشی۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پہلے ہی سے یہ امید تھی کہ اللہ تبارک

وتعالیٰ ضرور تمہیں اس خیر کی توفیق بخشے گا۔

اسلام قبول کر لینے کے بعد خالدؓ بن ولید نے اسلامی لشکر کے سپہ سالار کی حیثیت سے دشمنان اسلام کو لرزا براندام کر دیا۔ غزوہ موتہ میں ان کے ہاتھ سے گیارہ تلواریں ٹوٹیں۔ میدان جنگ میں رومیوں کا ایک انتہائی زبردست طاقتور جنگجو پہلوان جس کا نام جرجہ تھا اس نے حضرت خالدؓ کو للکارتے ہوئے اپنے مقابلے پر بلایا۔ اس کی للکار پر حضرت خالدؓ لشکر اسلام سے نکل کر اس کی طرف بڑھے تو جرجہ پہلوان نے کہا میں آپؓ سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں اس دوران ہم ایک دوسرے پر حملہ نہ کرنے کے پابند ہوں گے۔ چنانچہ جرجہ پہلوان آگے بڑھا اور کہا مجھے ایک بات عرصہ سے بے چین کئے ہوئے ہے۔ آپؓ مجھے اس کے بارے میں بالکل سچ جواب دیں گے کیونکہ جھوٹ بولنا بہادروں کا شیوہ نہیں، پہلوان کہنے لگا آپؓ مجھے یہ بتائیں کہ کیا آپؓ کے خدا نے آپؓ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آسمان سے کوئی تلوار اتاری ہے اور انہوں نے وہ آپؓ کو عطا فرما دی ہے۔ آپؓ جس قوم پر بھی اسے نکالتے ہیں اس قوم کو شکست دیئے بغیر وہ تلوار میان میں نہیں جاتی اور آپ کو سیف اللہ کیوں کہتے ہیں؟

حضرت خالدؓ نے فرمایا: اے جرجہ سنو! اللہ تعالیٰ نے ہم میں اپنے محبوب و پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا، میں نے شروع میں ان کی مخالفت کی، جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے ہدایت بخشی، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اختیار کر لی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہو۔'' پیغمبر دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لئے دعا فرمائی اس لئے میرا نام ''سیف اللہ'' ہے یہ سب کچھ میرے جان سے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے ہے۔ یہ سن کر جرجہ پہلوان کہنے لگا کہ صرف اور صرف ایک آخری بات پوچھنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اگر کوئی دین اسلام میں داخل ہو جائے تو آپ لوگوں میں اس کی کیا حیثیت ہوتی ہے؟

حضرت خالدؓ نے فرمایا: ''ہماری اور اس کی حیثیت میں کوئی تضاد نہیں ہوتا ہم سب آپس میں برابر ہوتے ہیں بلکہ اس اسلام میں داخل ہونے والے کا درجہ ہم سے بھی بڑھ جاتا ہے۔''

جر بہ پہلوان یہ سنتے ہی اپنے گھوڑے سے نیچے اترے اور کلمہ طیبہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں

داخل ہو گیا۔ دین اسلام کی پناہ میں آ گیا۔

صحابہ کرامؓ کی سب سے بڑی دولت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی و دل جوئی تھی۔ اس لئے وہ اپنے جذبات کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع فرمان کر دیتے تھے۔ حضرت خالدؓ کے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتنا احترام واکرام تھا کہ وہ کسی کی زبان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کوئی ناروا کلمہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت خالدؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے انتہائی والہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک اپنی ایک ٹوپی میں سلوا لئے تھے جس کو پہن کر میدان جنگ میں جاتے تھے اور ہمیشہ کامیاب و کامران لوٹتے تھے۔ (اصابہ)

''ہر مسلماں رگ باطل کے لئے نشتر تھا۔''

حضرت احیرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(عمروؓ بن ثابت)

ابتداء اسلام سے برگشتہ تھے۔ ان کے قبیلے کے تمام مرد و زن، حضرت سعدؓ بن معاذ کے اشارہ سے مسلمان ہو گئے تھے لیکن یہ اپنے اسی قدیم مذہب پر قائم تھے لیکن غزوہ احد میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کی تیاریاں کیں تو ان کے دل میں یکا یک حق و صداقت کا جوش پیدا ہوا۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایام جاہلیت میں ان کا سودی لین دین تھا اور قرض داروں کے ذمہ بہت قرض باقی تھا یہ اپنا روپیہ وصول کر کے مسلمان ہونا چاہتے تھے کیونکہ اسلام میں سود کی ممانعت تھی۔ احد کے موقع پر غالباً روپیہ وصول ہو چکا تھا۔ اس لئے اسلام قبول کرنے کا عزم بالجزم کر لیا۔

اسی دوران قریش مکہ نے مدینہ پر حملہ کر دیا، تمام شیدائیان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے مقابلہ کے لئے احد کے دامن میں جا پہنچے۔ احیرم کے خاندان عبدالاشہل کے لوگ بھی ساتھ تھے۔ احیرم باہر گئے ہوئے تھے۔ واپس آئے تو دیکھا کہ ان کا پورا محلّہ خالی پڑا ہے۔ سب طرف سناٹا ہے۔ انہوں نے پوچھا میرے خاندان کے لوگ کہاں گئے ہیں؟ عورتوں نے بتایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میدان احد میں گئے ہیں۔ یہ سن کر انہیں اپنے اسلام لانے کی تاخیر کا بڑا افسوس ہوا، سوچا تمام خاندان تو محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت و مدد کے لئے میدان جنگ میں جا پہنچا اور تم بزدلوں کی طرح یہاں موجود ہو، گو اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا تاہم زرہ اور خود پہنی، گھوڑے پر سوار ہو کر اُحد کی طرف روانہ ہو گئے۔

میدان کارزار گرم تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر پوچھا، لڑوں یا مسلمان ہو جاؤں؟ ارشاد ہوا: دونوں کام کرو، پہلے مسلمان ہو پھر لڑائی میں شرکت کرو۔ عرض کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے ایک رکعت نماز بھی نہیں پڑی ایسی صورت میں اگر مارا گیا تو کیا میرے لئے بہتر ہوگا، فرمایا: ہاں! چنانچہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور فوراً جنگ کی آگ میں کود پڑے۔ نہایت

بہادری وشجاعت سے مقابلہ کرتے رہے اور کفار کی صفوں کو تہہ و بالا کر ڈالا، آخر میں شدید زخمی ہو کر گر پڑے اٹھنے کی بھی تاب نہ تھی۔ قبیلہ عبدالاشہل کے لوگ شہداء کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ اجیرمؓ بھی مردوں میں پڑے ہیں، کچھ نہ کچھ سانس آ رہی تھی، پوچھا، تم یہاں کیسے؟ شائد قومی حمیت کھینچ لائی ہے بولے، نہیں میں مسلمان ہو کر خدا اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے شریک ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وعقیدت کھینچ لائی ہے۔ میدان جنگ سے اٹھا کر گھر لائے یہ خبر تمام خاندان میں مشہور ہوگئی۔

عبدالاشہل کے سردار سعدؓ بن معاذ نے سنا تو ان کے گھر تشریف لائے۔ ان کی بہن سے واقعہ دریافت کیا۔ ابھی یہ مجمع منتشر نہ ہوا تھا کہ حضرت اجیرمؓ کی روح مطہر جسم سے پرواز کرگئی۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو فرمایا:

"**عملاً قلیلاً و اجراً کثیراً، انه اهل الجنة** ۔یعنی حضرت اجیرمؓ نے عمل تھوڑا کیا اور اجر کثیر پایا، بے شک وہ جنتی ہیں۔ (صحیح بخاری کتب الرجال) یہ واقعہ ابو داؤد، مسلم، نسائی اور حاکم سب میں منقول ہے۔

"موت کیا ہے فقط عالم معنی کا سفر"

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن مخزمہ عامری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابھی ابومحمد عبدؓاللہ بن مخزمہ عامری کی مسیں بھیگ رہی تھیں کہ مکہ کے لوگوں میں انہوں نے ایک عجیب چرچا سنا۔''ارے عبدالمطلب کا یتیم پوتا کہتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں، بت پرستش کے لائق نہیں یہ نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع۔عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے وہی سب کے نفع نقصان کا مالک ہے۔

نوجوان عبداللہؓ نے اگرچہ شرک وکفر کے ماحول میں پرورش پائی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں نہایت پاک اور صالح فطرت سے نوازا تھا۔لوگوں کی باتیں سن کر انہوں نے دل میں سوچا،''اگر ابن عبدالمطلب ایسا کہتے ہیں تو لوگ اس پر یقین کیوں نہیں کر لیتے۔ابھی چند دن پہلے تو یہی اہل مکہ ان کی پاک بازی،صداقت،امانت،دیانت کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے تھے۔آخر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھوکے ننگے خاندان میں تو پیدا نہیں ہوئے کہ انہیں جھوٹ گھڑنے کی نوبت پیش آئی۔'' واللہ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی سچے ہیں اور ان کا خدا بھی سچا ہے میں ان پر ضرور ایمان لاؤں گا۔ابن مخزمہؓ نے یہ ارادہ تو کر لیا لیکن چاروں طرف نظر دوڑائی تو یتیم مکہ کے ماننے والوں کو طرح طرح کے روح فرسا مصائب وآلام سے دوچار پایا۔

یہ دعوت حق کا ابتدائی زمانہ تھا جو شخص لوائے توحید کو تھامنے کی جرأت کرتا،مشرکین قریش اس پر بھوکے بھیڑیوں کی طرح ٹوٹ پڑتے اور اپنے جور وتعدی سے اس پر جینا حرام کر دیتے۔حضرت عبدؓ اللہ بن مخزمہ کے دل اور ضمیر نے پکارا:''عبداللہؓ! جور وستم اور بلاؤں کے ہجوم سے گھبرا کر دعوت حق سے آنکھیں چرانا پرلے درجہ کی بزدلی ہے آگے بڑھ اور ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن تھام لے۔''

چنانچہ وہ مردانہ وار آگے بڑھے اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ایمان کی لازوال دولت سے مالا مال ہو گئے۔ان کے قبول حق کی خبر مشرکین مکہ پر بجلی بن کر گری اور وہ بھی دوسرے بلاکشان اسلام کی طرح مشرکین کے جور وستم کا نشانہ بن گئے۔انہوں نے مار پیٹ،طعن وتشنیع اور تمسخر واستہزاء کی صورت میں اپنے ترکش کے سارے تیر عبداللہؓ پر خالی کر

دیئے۔ جب مشرکین کی ایذا رسانیوں کا سلسلہ حد سے بڑھ گیا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہؓ کو بلا کر ہدایت فرمائی کہ تم بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ حبشہ چلے جاؤ۔ امید ہے تم لوگ اس ملک میں امن سے رہو گے۔ حضرت عبداللہؓ کئی سال تک دوسرے مسلمانوں کے ساتھ غریب الوطنی کی زندگی گزارتے رہے۔ مہاجرین حبشہ کو جب ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ آمد کی خبر ملی تو ان کے دل میں اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں مدینہ پہنچنے کی تڑپ پیدا ہوئی لیکن ناداری اور تہی دستی طویل بحری سفر کی راہ مانع تھی، پھر 33 مردوں، آٹھ خواتین نے کمر ہمت باندھ لی اور مکہ کے راستہ سے مدینہ جانے کے لئے کوچ کیا۔ ان میں عبداللہؓ بن مخزمہ بھی تھے لیکن مکہ سے مدینہ جانے کے لئے مشرکین مزاحم ہوئے باقی تو بچ بچا کر مدینہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے لیکن سات آدمیوں کو انہوں نے جبراً روک لیا۔ پہنچنے والے خوش نصیبوں میں حضرت عبداللہؓ بھی شامل تھے جب وہ ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پہنچے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے۔ (اسد الغابہ جلد سوم)

حضرت عبداللہؓ کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال جہاں آرا کی زیارت کیا نصیب ہوئی کہ دونوں جہاں کی نعمتیں مل گئیں۔

''نہاں ہے تیری محبت میں رنگ محبوبی''

اول معرکہ حق و باطل میدان بدر میں سید الانام خیر الخلائق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے بعد احد، احزاب اور خیبر کی لڑائیوں میں بھی اپنی تلوار کے جوہر دکھائے، فتح مکہ، غزوہ حنین، طائف اور تبوک میں بھی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت و شیفتگی کا حق رفاقت ادا کیا۔ غرض شروع سے آخر تک انہوں نے ہر موقع، ہر مقام پر کمال درجہ کے جذبہ محبت وفدویت کا مظاہرہ کیا اور یوں سرفروشان اسلام کی صف میں نہایت ممتاز مقام حاصل کر لیا۔

(ابن سعد جلد 3، سیرت صحابہ کرامؓ حصہ چہارم)

''محبت ہو تو ایسی ہو''

حضرت ضحاکؓ بن سفیان۔سیاف رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فتح مکہ کے چند دن بعد جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے حنین روانہ ہوئے تو بنو کلاب کے مردان حق کی ایک جماعت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس مقصد کے لئے حاضر ہوئی کہ بنو ہوازن کے سرکشوں کے خلاف لڑائی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف حاصل کرے، جوش شجاعت سے سرشار ان جنگجو اور جفاکش بدویوں کو دیکھ کر رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک پر بشاشت پھیل گئی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا:''تمہاری جماعت میں کتنے آدمی ہیں۔''انہوں نے عرض کیا:''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نوسو(900) ہیں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں ایک شہسوار دے دوں جو تمہاری تعداد کو ایک ہزار کے برابر کردے گا اور تمہاری قیادت بھی کرے۔''

انہوں نے بیک زبان عرض کیا:''بسروچشم یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شمشیر بدست،قوی الجثہ اور وجیہہ صاحب کو آگے بڑھنے کا اشارہ فرمایا:انہوں نے فوراً تعمیل ارشاد کی۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو کلاب کا علم امارت انہیں مرحمت فرمایا اور بنو کلاب سے مخاطب ہو کر فرمایا:''اب تم پورے ایک ہزار ہو، جاؤ اور اپنے امیر کی اطاعت کرو۔''

(استیعاب جلد اول)

یہ صاحب جنہیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے ایک سو شہسواروں کے برابر قرار دیا،حضرت ضحاکؓ بن سفیان تھے جو تاریخ میں''سیاف رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمشیر بردار محافظ) کے لقب سے مشہور تھے۔

سیدنا ضحاکؓ بن سفیان کا شمار اپنے عہد کے نامور بہادروں،نہایت مخلص جاں نثاروں اور سچے عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوتا ہے۔حضرت ضحاکؓ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت تھی۔بہت سے اہل سیر نے تواتر کے ساتھ لکھا ہے کہ وہ اکثر تلوار اٹھائے حفاظت کی

غرض سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھڑے رہتے تھے۔

علامہ بلاذریؒ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شیر دار اونٹنی ہدیۃً پیش کی جو کثرت دودھ کے لئے مشہور تھی۔ حضرت ضحاکؓ ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت وصیانت کو اپنے لئے باعث فخر وافتخار سمجھتے تھے۔ کئی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر بھی شمشیر برہنہ آپؓ کے ہاتھ میں ہوتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی خدمت انجام دی۔

حافظ ابن البرؒ کہتے ہیں اسی خدمت کے صلہ میں انہیں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے "سیاف رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کا خطاب مرحمت ہوا۔ اس خطاب میں ان کا کوئی شریک وسہیم نہیں ہے۔ ان کی بہادری وشہ سواری کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ خود سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ایک سو شہسواروں کے برابر سمجھتے تھے اور اس کا برملا اظہار بھی فرماتے تھے۔

(استعیاب واسد الغابہ جلد 3) (سیرت صحابہ کرامؓ حصہ ہفتم ص 84)

"آبروئے ما زنام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ثمامہ بن آثال حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ معظّمہ سے ہجرت نے یثرب کو ایک نئی زندگی بخش دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں نزول فرمایا تو کھجور کے باغوں سے گھرے ہوئے اس قدیم شہر کے نصیب جاگ اٹھے، جونہی اس کے درودیوار طلعت انوار سے جگمگائے یہ ''یثرب'' سے ''مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' بن گیا۔ اب یہ شہر اعدائے اسلام کے خلاف علمبرداران حق کی عملی جدوجہد کا مرکز تھا۔

ایک دن شمع رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ پروانے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رونق افروز تھے کہ غل ہوا، ''مجاہدین نجد سے مظفر ومنصور واپس آ گئے۔'' نجد سے واپس آنے والے مجاہدین بے تابی سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لپکے چلے آ رہے ہیں۔ ان کے لباس گرد آلود تھے لیکن چہرے نور ایمان سے تابندہ تھے۔ ان کے ساتھ ایک قیدی تھا یہ بڑا وجیہہ شخص تھا اس کے بدن پر عمدہ لباس تھا۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچ کر وہاں موجود صحابہ کرامؓ کو سلام کیا پھر اپنے قیدی کو ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔

تھوڑی دیر بعد خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ مجاہدین کی کارکردگی پر اظہار خوشنودی فرمایا، انہیں دعائے خیر دی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیدی پر نظر ڈالی اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا: ''جانتے ہو یہ کون شخص ہے؟'' پھر فرمایا یہ یمامہ کا رئیس ثمامہ بن اثال ہے۔ اسلام کا بدترین دشمن ہے۔ (بروایت دیگر ایک مسلمان کا قاتل) یہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی گردن اُڑا دی جائے، فی الحال اس کے کھانے پینے کا اچھی طرح خیال رکھنا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت یا بروایت دیگر عشاء کی نماز کے بعد تشریف لا کر ثمامہ سے پوچھا۔ ''کہو ثمامہ کیا کہتے ہو؟'' جواب دیا، ''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر مجھے قتل کرو گے تو میں واقعی مجرم ہوں، ایک خونی کو قتل کرو گے۔ اگر رہا کر دو گے تو مجھے شکر گزار اور احسان شناس پاؤ گے اور اگر زر فدیہ مطلوب ہو تو جی بھر کے مانگو میں ادا کر دوں گا۔'' یہ جواب سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم ثمامہ کو چھوڑ کر چلے گئے۔

دوسرے دن بھی ثمامہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ایسی ہی گفتگو ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی فیصلہ کئے بغیر تشریف لے گئے۔ تیسرے روز پھر سوال و جواب ہو چکے تو خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاً فرمایا: ''اطلقوا ثمامه ''(ثمامہ کو رہا کر دو) صحابہ کرامؓ نے فوراً اس کی مشکیں کھول دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اب تم آزاد ہو، جہاں تمہارا جی چاہے تم جا سکتے ہو۔''

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن سلوک سے ثمامہ اتنا متاثر ہوا کہ رہائی پانے کے بعد اسلام کے اسیر ہو گئے ان کے نہاں خانہ دل سے کفر و شرک کی تاریکیاں یکسر کافور ہو گئیں۔ مسجد سے نکل کر دوڑتے ہوئے قریب کے نخلستان میں گئے، نہا دھو کر مسجد میں آئے۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں موجود تھے۔ ثمامہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کلمہ شہادت پڑھا اور پھر یوں عرض پیرا ہوئے۔ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خدا کی قسم تھوڑی دیر پہلے تک دنیا میں کوئی شخص میری نظر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ مبغوض نہیں تھا اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذہب سے زیادہ کوئی ذات کوئی شہر اور کوئی مذہب مجھے محبوب نہیں ہے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین سے بہتر واعلیٰ اور سچا دین مجھے کوئی اور دکھائی نہیں دیتا۔ بخدا اس سے قبل اس بستی مدینہ منورہ سے زیادہ بری اور ناپسندیدہ بستی میرے نزدیک کوئی نہ تھی لیکن آج...... یہ شہر روئے زمین کے شہروں سے مجھے اچھا اور پسندیدہ معلوم ہوتا ہے۔ (بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفہ وحدیث ثمامہ بن آثال)

اے اللہ کے سچے اور برحق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے وطن سے عمرہ کی نیت سے چلا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سواروں نے مجھے پکڑ لیا۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے اب مجھے اسلام جیسی نعمت بے بہا سے بہرہ یاب کیا ہے تو کیا میں اب بھی عمرہ کر سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! ہاں! تم عمرہ کر سکتے ہو، بشرطیکہ مکہ میں تمہاری جان کو کوئی خطرہ نہ ہو۔''

حضرت ثمامہؓ بن اثال کا تعلق اس خاندان سے تھا جس نے عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخیر بلکہ عہد صدیقی میں جنگ یمامہ تک مسلسل اسلام سے سرتابی کی، یہ وہی قبیلہ تھا جس

نے مسیلمہ کذاب جیسے شیطان کو جنم دیا تھا یعنی قبیلہ بنو حنیفہ۔

ثمامہؓ کا شمار اپنے قبیلہ کے مقتدر سرداروں میں ہوتا تھا۔ یمامہ میں غلہ اس کثرت سے پیدا ہوتا تھا کہ اپنے قبیلہ کی ضرورت پوری کرنے کے بعد باہر بھیجنے کے لئے بھی بچ جاتا تھا۔ لوگ اناج کے معاملہ میں یمامہ ہی کے محتاج تھے۔

ثمامہؓ اپنے علاقہ میں اناج کے سب سے بڑے تاجر تھے۔ ثمامہؓ بن اثال، شمع رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروانوں میں شامل ہو کر سیدھا مکہ معظّمہ پہنچے۔ مشرکین کو ان کے اسلام لانے کی اطلاع پہلے ہی مل چکی تھی۔ چنانچہ ان کے عمرہ کرنے میں مزاحم ہوئے اور کہا تم صابی ہو یعنی بے دین و لا مذہب۔ حضرت ثمامہؓ نے انہیں منہ توڑ جواب دیا اور کہا، ''صابی نہیں ہوا بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا ہوں۔ خدا کی قسم! اب ان کی اجازت کے بغیر گیہوں کا ایک دانہ بھی یمامہ سے مکہ نہیں آئے گا۔'' (بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفہ)

ان کے اس اقدام نے مکہ میں قیامت برپا کر دی اور وہاں اناج کا کال پڑ گیا۔ انہوں نے یعنی کفار نے مجبوراً بھوک سے مرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں خط لکھا جس کا لب ولہجہ بڑا گستاخانہ تھا اور یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے بنی ہاشم کو شعب ابی طالب میں مسلسل تین سال تک محصور رکھ کر جینا دوبھر کر دیا تھا۔

سرور کائنات چاہتے تو خوفناک انتقام لے سکتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خط میں لکھی گئی خرافات کی سزا بھی مشرکین کو دے سکتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رؤف الرحیم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان رحمت للعالمین نے گوارا نہ کیا کہ یہ لوگ بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں۔

فوراً حضرت ثمامہؓ بن اثال کو کہلا بھیجا کہ ''غلہ نہ روکو۔'' (سیرت ابن ہشام جلد 2)

حضرت ثمامہؓ نے بلاحیل وحجت ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیل کی اور حسب دستور مکہ والوں کو غلہ بھیجنے لگے۔

''یہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں تو کیا ہے؟''

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت شرجیلؓ بن حسنہ نے اسلام اس وقت قبول کیا جب خدائے واحد کا نام لینا مشرکین کے نزدیک ناقابل معافی جرم تھا۔ رضائے الٰہی اور حب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر تیرہ (13) سال تک غریب الوطنی کی مصیبتیں اور اذیتیں جھیلیں۔ دوبارہ ہجرت کی سعادت حاصل کی پھر ساری زندگی جہاد فی سبیل اللہ اور دین حق کو سربلند کرنے کی جہد مسلسل میں گزار دی۔ اس راہ میں بڑی سے بڑی مصیبت کو خاطر میں نہ لائے۔

حضرت شرجیلؓ نے جب اسلام قبول کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی چھپ چھپ کر جا کر گھاٹیوں میں نماز پڑھا کرتے تھے تاکہ مشرکین کو ان کے تبدیلی دین کا علم نہ ہو جائے۔ چھپ چھپ کر نماز پڑھنے والوں میں حضرت شرجیل بھی شامل تھے۔

4 ھ بعد بعثت جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانیہ دعوت حق کا اعلان فرمایا تو مشرکین کے قہر وغضب کا آتش فشاں پوری قوت سے پھٹ پڑا اور مسلمانوں پر ظلم وستم کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ حضرت شرجیلؓ اور ان کے اہل خاندان بھی مشرکین کے جور وتعدی کا ہدف بن گئے، لیکن وہ بڑے صبر اور استقامت کے ساتھ ہر قسم کی مصیبتیں اور ظلم وستم جھیلتے رہے۔

اسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت وشیفتگی میں کمی نہ آنے دی۔ جب کفار کے مظالم شدید سے شدید تر ہو گئے اور 5 ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ حبش ہجرت کر جائیں۔ حضرت شرجیلؓ ان مخصوص جاں نثار صحابہ کرامؓ میں سے تھے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھرپور اعتماد تھا یہاں تک کہ کتابت وحی جیسی عظیم ذمہ داری ان کے سپرد تھی۔

علامہ ابن عبدالبرؒ نے ''استعیاب'' میں لکھا ہے کہ جب 18 ھ میں طاعون عمواس کی ہولناک وباء شام میں پھیلی تو حضرت عمروؓ بن العاص نے مشورہ دیا کہ اسلامی فوجیں وبا زدہ علاقوں سے ہٹ کر محفوظ مقامات پر چلی جائیں۔ حضرت شرجیلؓ بن حسنہ نے یہ مشورہ قبول نہ کیا اور فرمایا میں نے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ طاعون خدا کی رحمت اور انبیاء کی دعا ہے۔ پہلے

بھی صالح اور نیک لوگ اس مرض میں مبتلا ہو کر مر چکے ہیں چنانچہ وہ اپنی جگہ مقیم رہے اور اسی نامراد وباء میں جہاد کے میدان میں وفات پائی۔

غزوہ خیبر 7 ھ کے کچھ عرصہ بعد کا ذکر ہے کہ ایک دن مشہور صحابیہ حضرت شفاءؓ بنت عبداللہؓ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئیں اور اپنی ضروریات بیان کر کے کچھ مانگا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سحاب جود وسخا ہر حاجت مند پر جھوم جھوم کر برستا تھا لیکن اتفاق سے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت شفاءؓ کو دینے کے لئے کوئی چیز نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معذرت فرمائی لیکن حضرت شفاءؓ برابر اصرار کرتی رہیں اتنے میں نماز کا وقت آ گیا حضور مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت شفاءؓ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اٹھ کر اپنی بیٹی کے گھر چلی گئیں جو قریب ہی تھا وہاں دیکھا کہ ان کے داماد گھر پر بیٹھے ہیں اور نماز کے لئے مسجد نہیں گئے۔ کسی صاحب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اذان کی آواز سن کر نماز کے لئے مسجد نہ جانا بڑی عجیب بلکہ انہونی بات تھی۔ حضرت شفاءؓ نے داماد کو ملامت کی، انہوں نے کہا: ''خالہ جان مجھے ملامت نہ کیجئے میرے پاس ایک پیوند لگی پرانی قمیض تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاریتاً لے لی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہننے کے لئے کوئی اور کپڑا نہ تھا۔ اب اگر میں ننگے بدن مسجد جاؤں اور لوگوں کو بتاتا پھروں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاریتاً میری قمیض لی ہے۔'' ''میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان جائیں مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حال ہے حضرت شفاءؓ بہت پشیمان ہوئیں کہ میں تو صبح سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی چیز کے لئے اصرار کر رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عذر فرما رہے تھے۔'' حضرت شفاءؓ کے یہ سعادت مند داماد جو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دل وجان سے فدا تھے حضرت شرجیلؓ بن حسنہ تھے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4) (سیرت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حصہ سوم) (فتوح البلدان)

''یہ ہے عقیدت ومحبت کی انتہا''

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خباب بن الارت دعوت اسلام کے بالکل ابتدائی زمانہ میں یعنی زیدؓ بن ارقم کے گھر میں پناہ گزیں ہونے سے قبل مشرف با سلام ہوئے۔ (ابن سعد) اسلام لانے والوں میں چھٹا نمبر تھا اس لئے ''سادس الاسلام'' کہلاتے تھے۔ ان کے اسلام قبول کرنے کے زمانہ میں اسلام کا اظہار تعزیرات مکہ میں ایسا جرم تھا جس کی سزا میں مال و دولت، ننگ و ناموس ہر چیز سے ہاتھ دھونا پڑتا تھا لیکن حضرت خبابؓ نے اس کی مطلق پروانہ کی اور بابانگ دہل اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ (اسد الغابہ جلد2) یہ غلام تھے ان کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا۔ کفار نے انہیں مشق ستم بنالیا۔ بڑی دردناک سزائیں دیتے تھے۔ ننگی پیٹھ، دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا کر سینہ پر ایک بھاری پتھر رکھ کر، اوپر سے ایک آدمی مسلتا اور آپؓ اس وقت تک انگاروں پر کباب ہوتے رہتے۔ جب تک خود زخموں کی رطوبت اور پشت کی چربی آگ کو نہ بجھاتی۔ (ابن سعد) لیکن اس سختی کے باوجود، زبان کلمہ حق سے نہ پھرتی۔ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کسمپرسی کی حالت میں تالیف قلب فرماتے تھے۔ سر کے بال پکڑ کر کھینچتے، گردن مروڑتے، یہاں تک کہ خبابؓ بے ہوش ہوجاتے۔ آقا اتنا سنگ دل تھا کہ سزا میں لوہا آگ میں گرم کرکے ان کا سر داغ دیتا۔ (ابن سعد جلد3)

یہ تھا عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتحان اور استحکام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب اس جسمانی سزا سے بھی آتش انتقام سرد نہ پڑتی تو مالی نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔

امام احمدؒ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عاص بن وائل کے ذمہ میرا قرض تھا، میں اپنا قرض واپس لینے گیا تو اس نے کہا خدا کی قسم میں قرض ہرگز نہ لوٹاؤں گا تاوقتیکہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کروگے۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہرگز ہرگز انکار نہیں کروں گا نہ ان کا ساتھ چھوڑوں گا چاہے تو مر کر دوبارہ زندہ ہوجائے۔

(بخاری کتاب التفسیر باب قولہ ونرثہ مایقول)

حضرت خبابؓ کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق اور محبت جاگزیں تھا۔ ایک

دفعہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو اپنی پشت سے کپڑا ہٹا کر دکھایا، ان کی ساری پشت جگہ جگہ سے جل کر سفید ہو چکی تھی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آج تک کسی کی ایسی حالت نہ دیکھی تھی۔ حضرت عمرؓ آپ کے فضائل کی وجہ سے آپؓ کا بہت احترام کرتے تھے۔ آپؓ کا شمار ممتاز صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے۔
(مستدرک حاکم جلد 3 تذکرہ خباب بن ارتؓ)

بخاری شریف میں ہے حضرت خبابؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چادر مبارک کی ٹیک لگائے ہوئے خانہ کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا ہم لوگوں پر کفار کی طرف سے ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے جا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا کیوں نہیں فرماتے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنبھل کر بیٹھ گئے، چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں کہ لوہے کی کنگھیوں سے ان کا جسم نوچ ڈالا گیا، سوائے ہڈیوں اور پٹھوں کے کچھ نہ چھوڑا گیا لیکن ایسی سختیاں بھی انہیں دین سے باز نہ رکھ سکیں۔ ضرور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اس دین حنیف کو پورا کرتا رہے گا۔
اس کے بعد حضرت خبابؓ بن الارت اسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وشیفتگی میں اتنے سرشار ہوئے کہ کافروں کی طرف سے دیئے گئے سخت ترین عذاب اور ظلم وستم کی بھی پروا نہ کرتے تھے اور خندہ پیشانی سے تمام مصائب وآلام کو جھیلنے کی خُو ڈال لی تھی کیونکہ آپؓ کے دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاگزیں تھا۔ اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال واعمال کی بڑی جستجو رہتی تھی۔ کبھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاعلمی میں خفیہ طور پر رات بھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ عبادت کو دیکھتے اور صبح کو اس کے متعلق استفسار کرتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

سیدنا حضرت سلمٰی بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ذی قعدہ 6ھ میں صلح نامہ حدیبیہ کی تکمیل ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف واپسی کے سفر کا آغاز کر دیا۔ اثنائے سفر میں پہلی رات آئی تو اس مقدس قافلے نے پہاڑ کے دامن میں پڑاؤ ڈالا۔ صلح نامے پر دستخط ہو جانے کے باوجود دو ایسے واقعات پیش آئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین کی نیت کچھ بد تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ہوگئی اور پڑاؤ کی نگرانی کی ضرورت پیش آئی۔ اس کے تدارک کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ رات کو قافلہ کی نگرانی کے لئے کوئی معقول انتظام کیا جائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت ومغفرت کرے جو آج رات پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر پہرہ دے اور مشرکین کی نقل وحرکت کی بروقت ہمیں اطلاع دے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سن کر ایک قوی الجثہ وجیہہ شخص آگے بڑھے اور بڑے پُر اعتماد لہجے میں عرض کی، ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ خدمت میں انجام دوں گا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا جذبہ فدویت دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا: ''ہاں! تم ہی یہ کام کرو۔'' ان صاحب نے فوراً ہتھیار سنبھالے اور دوڑتے ہوئے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ انہوں نے ساری رات اس طرح گزاری کہ بار بار پہاڑ پر چڑھ کر آہٹ لیتے رہے اور بار بار لشکر کے گرد بھی چکر لگاتے تھے۔ اس طرح مسلمانوں نے بخیریت رات گزاری۔ (صحیح مسلم)

یہ سچے عاشق وفدائی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنہوں نے اس نازک موقع پر تن تنہا اہل حق کے مقدس قافلے کی نگرانی کی اور یوں خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائے رحمت ومغفرت کے حق دار بنے۔ یہ سیدنا سلمہؓ بن اکوع تھے۔

حضرت سلمہؓ بن اکوع کا شمار ان عظیم المرتبت صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے جن کی شجاعت وجذبہ ایثار پر دوسرے مسلمان رشک کرتے تھے۔ حضرت سلمہؓ بن اکوع ان چودہ سو جلیل القدر صحابہ کرامؓ میں شامل تھے جنہیں بیعت رضوان میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا، لیکن اس موقع پر انہیں ایک ایسی

سعادت بھی نصیب ہوئی جس میں کوئی دوسرا مسلمان ان کا شریک وسہیم نہیں ہے۔

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت سلمہؓ بن اکوع نے حدیبیہ میں پہلی بار اپنے قبیلے کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر موت کی بیعت کی۔ بیعت رضوان کو تاریخ اسلام میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ کچھ دیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت سلمہؓ بن اکوع پر نظر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابن اکوع کیا تم بیعت نہیں کرو گے؟'' انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تو بیعت کر چکا، فرمایا: پھر بیعت کرلو۔ حضرت سلمہؓ بن اکوع نے فوراً ارشاد کی تعمیل کی...... تیسری مرتبہ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر آپؓ پر پڑی تو فرمایا: ''سلمہؓ بیعت نہیں کرو گے۔'' عرض کیا، ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان میں تو دو دفعہ بیعت کر چکا ہوں۔'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں تیسری مرتبہ پھر اور سہی۔ شیدائی وفدائی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً تیسری دفعہ بیعت کا شرف حاصل کیا۔

اسی سال غزوہ غابہ پیش آیا جس میں حضرت سلمہؓ بن اکوع نے بے مثال شجاعت اور بے خوفی کا مظاہرہ کیا۔ مدینہ منورہ سے تقریباً بارہ میل کے فاصلہ پر ایک وسیع جنگل یا غابہ تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں۔

ایک روایت کے مطابق 6 ھ سال کے آخر میں ایک دشمن اسلام غارت گر عیینہ بن حصن فزاری نے چالیس سواروں کی جمعیت کے ساتھ غابہ کی چراگاہ پر چھاپہ مارا اور گلہ بان ذرؓ بن ابوذر غفاری کو شہید کر کے بیس شیر دار اونٹنیاں ہانک کر لے چلے۔ اتفاق سے حضرت سلمہؓ بن اکوع اور حضرت رباحؓ گھوڑے پر سوار اُدھر آ نکلے۔ حضرت سلمہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور غیرت دینی نے آپؓ کو شعلہ جوالہ بنا دیا۔ انہوں نے حضرت رباحؓ کو تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دینے بھیج دیا اور خود تن تنہا مشرکین سے لڑنے مرنے کا عزم کرلیا، یہ روایت مسند احمد بن حنبلؒ کی ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت سلمہؓ بن اکوع سے روایت ہے کہ ایک روز میں فجر کی اذان سے پہلے گھر سے نکلا، اتنے میں مجھے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا غلام ملا، اس نے بتایا بنو غطفان نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیاں پکڑ لی ہیں یہ سن کر حضرت سلمہؓ بن اکوع نے ایک زور کا نعرہ لگایا کہ

مدینے کے اس سرے سے اس سرے تک آواز گونج گئی اور تن تنہا لٹیروں کے تعاقب میں روانہ ہوگئے۔ لٹیرے پانی کی تلاش کر رہے تھے کہ سلمہؓ پہنچ گئے اور ان پر تیروں اور پتھروں کی بارش کر دی۔ وہ بڑے شجاع اور غضب کے تیر انداز تھے۔ اس اکیلے مرد مجاہد نے غارت گروں کو ایسا زچ کیا کہ وہ اپنی چوکڑی بھول گئے اور ساری اونٹنیاں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے خود کو ہلکا کرنے کے لئے چادریں اور نیزے بھی پھینک دیئے، حضرت سلمہؓ نے ان کا تعاقب جاری رکھا، اسی اثنا میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوار بھی آ گئے۔ بدسیرت لٹیروں نے اب بھاگ جانے ہی میں عافیت دیکھی۔ (بخاری جلد دوم)

حضرت سلمیٰؓ بن اکوع نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی، ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے سو آدمی دے دیں تو میں فزاری غارت گروں کا نام ونشان مٹا دوں گا۔'' حضرت سلمہؓ نے فرطِ محبت وعقیدت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بڑے جوش وخروش کے ساتھ کہا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس خدا کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معظم ومکرم بنا کر بھیجا ہے۔ میں ایسا ہی کروں گا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلمہؓ کے جوش وجذبہ اور محبت ووارفتگی کو دیکھ کر ہشاش بشاش ہوگئے اور فرمایا: ''اے ابن اکوع جانے دو اور قابو پانے کے بعد درگزر کرو۔'' (بخاری شریف)

خیبر کی مہم میں دادِ شجاعت دی، فتح خیبر کے بعد اس شان سے لوٹے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں ہاتھ دیئے ہوئے تھے۔ 7ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دستہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی معیت میں بنوکلاب کے لوگوں کی بغاوت وسرکشی کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ اس دستے میں حضرت سلمہؓ بن اکوع بھی شامل تھے۔

علامہ ابن سعدؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا بیان ہے۔ اس سریہ میں حضرت سلمہؓ نے غیر معمولی شجاعت دکھائی اور تن تنہا سات خانوادوں کو تہہ تیغ کیا۔ جن لوگوں نے راہ فرار اختیار کی، ان کی عورتوں کو گرفتار کرلیا ان میں ایک لڑکی نہایت ہی خوبصورت تھی اسے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سلمہؓ کو دے دیا۔

علامہ ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ ابوسلمہؓ نے اس عورت کو اپنے قبضہ میں ہونے کے باوجود ہاتھ تک نہ لگایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دینی مقصد کے لئے یہ عورت حضرت سلمہؓ سے مانگی تو

انہوں نے فوراً اسے آزاد کر دیا۔ یہ واقعہ حضرت سلمہؓ کے زہد و ورع اور اطاعت محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ (صحیح مسلم وابوداؤد)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکی کو مکہ بھیج کر اس کے بدلہ میں چند مسلمانوں کو آزاد کرایا جو کفار کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے تھے۔ (ابن سعد، مسند احمد بن حنبلؒ)

حضرت سلمہؓ بن اکوع کے مصحف اخلاق میں اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، غیرت دینی، جود وسخا اور ایثار سب سے روشن ابواب ہیں۔

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کے شوق نے ان کی طرز زندگی میں ایک گونہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکارم ومحامد کی جھلک پیدا کر دی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق ومحبت کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کوئی ناگوار بات سن کر تڑپ اٹھتے تھے۔ فی الحقیقت حضرت سلمہؓ بن اکوع ملت اسلامیہ کے وہ فرزند جلیل ہیں جن کے کارناموں سے تاریخ اسلام کے اوراق ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے۔

''تیری حیات کا جوہر کمال تک پہنچا۔''

حضرت عبداللہ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی معیت میں ہجرت کے مبارک سفر کا آغاز کیا تو پہلے تین شب وروز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار ثور میں تشریف فرما رہے اس دوران ہر شب وروز کا اندھیرا گہرا ہوجاتا تو کسرتی بدن کے ایک خوبرو نوجوان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور قریش مکہ کی دنیا بھر کی سازشوں، منصوبوں اور ارادوں کی تمام کارروائیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ کرتے اور پھر وہیں غار میں سوجاتے۔ آخر شب میں چپکے سے اٹھتے اور خاموشی سے مکہ واپس جا کر قریش میں گھل مل جاتے۔

یہ ایسا نازک اور کٹھن موقع تھا کہ اگر مشرکین مکہ کو اس نوجوان پر مخبری کا ذرا سا بھی شبہ ہوجاتا تو وہ شائد انہیں زندہ نہ چھوڑتے۔ یہ سعادت مند نوجوان جنہوں نے ہجرت کے موقع پر اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعانت وخدمت کی یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لخت جگر حضرت عبداللہؓ تھے۔ جنہوں نے باوجود اس مہم کے نازک وکٹھن ہونے کے بخوشی یہ کام اپنے ذمہ لیا اور بطریق احسن بڑی رازداری کے ساتھ اسے نبھایا۔ حضرت عبداللہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دلی محبت وعقیدت اور لگاؤ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر حکم کی تعمیل پر فخر محسوس کرتے تھے۔ اتباع رسول اور شمع رسالت مآب کے جاں نثار پروانوں میں آپؓ کا رتبہ بہت بلند ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بڑے فرزند عبدالرحمٰنؓ تو صلح حدیبیہ تک کفر وشرک کی بھول بھلیوں میں بھٹکتے رہے لیکن چھوٹے فرزند ارجمند کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ اوائل بعثت ہی میں بادہ توحید سے مخمور ومعمور ہوگئے اور یوں ''سابقون والالون'' کی مقدس جماعت میں شمار ہوئے۔

وہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیشتر غزوات میں شریک نہ ہوسکے تاہم ان کی زندگی کے بعض پہلو بڑی فضیلت کے حامل ہیں، انہیں نہ صرف سبقت فی الاسلام اور ہجرت کا شرف حاصل ہوا بلکہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر انہوں نے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر جس طرح اپنی جان کو خطرے میں ڈالا، اس سعادت میں بہت کم صحابہ ان کے برابر ہیں۔

فتح مکہ کے موقع پر وہ ان دس ہزار مجاہدوں میں سے ایک تھے جو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ اس کے بعد انہوں نے حنین اور طائف کے غزوات میں شرکت کر کے مجاہد فی سبیل اللہ ہونے کا شرف بھی حاصل کر لیا۔ اپنے والد گرامی کے بے حد اطاعت گزار تھے۔ یہاں تک کہ ان کے حکم پر اپنی ''دل و جان سے عزیز'' بیوی کو طلاق دے دی تھی۔

''عشق بلند بال ہے رسم و رہ نیاز سے''

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوفکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(عشق و مستی)

حق کے پجاری نہ تو کوڑوں سے دبتے ہیں نہ ہی کوڑوں سے خریدے جاسکتے ہیں وہ بظاہر کمزور ہوتے ہیں مگر اپنے کردار کی مضبوطی کی وجہ سے غالب و طاقت ور بن کر ابھرتے ہیں۔ اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے طاغوت ثابت قدم اہل ایمان پرظلم وستم کے ناقابل تصور پہاڑ توڑتا ہے مگر عاشقین صادقین کبھی ہار نہیں مانتے۔

آغاز دعوت میں آزاد مسلمان بھی مشرکین مکہ کے ظلم وستم سے محفوظ نہ تھے۔ ابوفکیہؓ تو بے یار و مددگار غلام تھے اور سنگ دل آقا خود آمادہ ستم تھا، طرح طرح کی دردناک سزائیں دیتا۔

حضرت فکیہؓ قدیم الاسلام صحابی تھے۔ آپؓ کے پاؤں میں رسہ ڈال کر مکے کی سنگلاخ وادیوں میں گھسیٹتا، حضرت فکیہؓ لہولہان اور شدید زخمی ہو جاتے۔ اس پر بس نہ تھی پھر وہ ظالم دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں جلتی ہوئی ریت پر ڈال دیتا، جسم پر بھاری بوجھ رکھ دیتا جس سے حضرت فکیہؓ کا دم گھٹنے لگتا۔ (اصابہ جلد دوم)

امیہ بن خلف کا بھائی اسلام دشمنی میں اپنے بھائی سے بھی شدید تر تھا وہ کہتا ایذا رسانی میں اور سختی کرو، آپؓ پر اتنا ظلم ڈھایا جاتا کہ بعض اوقات یوں محسوس ہوتا کہ آپؓ کی جان نکل گئی ہے۔ اس عبرت ناک سزا کا سلسلہ اس وقت تک قائم رہتا جب تک حضرت فکیہؓ بے ہوش نہ ہو جاتے۔ ایک دفعہ اُمیہ نے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر گھسیٹا اور جلتی ہوئی ریت میں ڈال دیا۔ اُدھر سے اس کا بیٹا صفوان گزرا یہ بھی ''گرگ زادہ'' تھا اس نے حضرت فکیہؓ سے پوچھا کیا یہ (امیہ) تیرا رب نہیں ہے اس حالت میں حضرت فکیہؓ نے جواب دیا، ''میرا رب خدا ہے۔'' اس جواب پر صفوان نے غضب ناک ہو کر ابوفکیہؓ کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا، اس کے دوسرے بھائی نے پکارا کہ ذرا اور زور سے، صفوان نے شکنجہ اور کس دیا، اور اسوقت چھوڑا جب موت کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ (اسد الغابہ جلد 5)

حسن اتفاق سے اس وقت ستم زدہ غلاموں کے مولیٰ حضرت ابوبکر صدیقؓ اُدھر سے گزرے، انہوں نے اس دردناک حال میں دیکھا تو دل بھر آیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس مظلوم و ستم رسیدہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیمت ادا کر کے اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا۔

لوگ عقیدہ حق و صداقت پر ایمان لاتے تو یہ عقیدہ ایمان اور محبت و عقیدت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے دل و دماغ میں جڑ پکڑ لیتی اور اس ایمان کی بنیادیں اتنی مضبوط ہوتیں کہ وہ ہر قسم کی آزمائش میں ثابت قدمی دکھاتے۔

صحابہ اکرام اجمعینؓ نے رسول صادق و امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درس استقامت لیا اور عزم و یقین کے ساتھ اس پر جم گئے ان کا عمل اپنے ایمان و یقین کے عین مطابق ہوتا تھا اور ایمان لانے کے بعد آزمائش کو یقینی سمجھتے تھے۔ (شہید محراب، عمر بن الخطاب)

”عشق را از تیغ و خنجر پاک نیست۔“

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن سلام جن کا اصل نام حصین تھا۔ بنوقینقاع کے رئیس اور مدینہ میں توریت کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اس کے علاوہ ان کو انجیل پر بھی عبور حاصل تھا۔ انہوں نے توریت میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشانیاں پڑھی تھیں اور ان کی آرزو تھی کہ کاش وہ ختم المرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پائیں اور ان کے جمال جہاں آرا سے اپنی آنکھیں روشن کریں۔

11 ھ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موسم حج میں جب بنوخزرج کے چھ سعید الفطرت انسان مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد مکہ سے مدینہ واپس آئے تو انہوں نے عبداللہؓ بن سلام سے ذکر کیا، آپ جس نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا کرتے تھے ان کی آمد ہوگئی ہے وہ مکہ میں مبعوث ہو چکے ہیں اور ہم لوگوں نے برضا ورغبت ان کی اطاعت قبول کر لی ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام نے ان سے مدعی رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامتیں دریافت کیں تو ان کو عین ان علامات کے مطابق پایا جو وہ توریت میں پڑھ چکے تھے۔ چنانچہ ان کی کشت دل میں اسی وقت اسلام کا بیج جڑ پکڑ گیا اور سید الانام، خیر الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے دن رات بے چین رہنے لگے۔ بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد اسلام کا چرچا اوس وخزرج کے گھر گھر میں پھیل گیا تو عبداللہؓ بن سلام کے اشتیاق دید میں اور شدت پیدا ہوگئی۔

خود حضرت عبداللہؓ بن سلام نے روایت کی ہے کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا چرچا سنا تھا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غائبانہ اسلام لا چکا تھا لیکن میں نے اپنے ایمان کو یہود سے مخفی رکھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات مبارک سن کر مجھے پختہ یقین ہوگیا کہ آپ نبی طیب وطاہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نبی آخر الزماں ہیں۔ تاہم مزید اطمینان کے لئے میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ سوال پوچھنے کا قصد کیا۔ چنانچہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم بنونجار کے محلے (ابوایوبؓ کے گھر) میں مقیم ہو گئے تو میں دوبارہ آپ سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ سوالات پوچھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

قبول اسلام کے بعد حضرت عبداللہؓ بن سلام نے اطاعت خداوندی، عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زندگی کا مسلک بنالیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات مبارک بغور سنتے اور ان کو حرز جاں بنا لیتے۔ اسی طرح نشست و برخاست، رفتار وگفتار غرض ہر بات میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کرتے تھے۔

خشیت الٰہی اور عبادت سے شغف کا یہ عالم تھا کہ چہرے پر ہر وقت خشوع وخضوع کے آثار طاری رہتے تھے۔ اپنے علم وفضل، کثرت عبادت اور اتباع سنت کی بنا پر انہوں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں درجہ محبوبیت حاصل کرلیا تھا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ''عبداللہؓ بن سلام اہل جنت میں سے ہیں۔''

(صحیح بخاری جلد اول، سیرت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حصہ پنجم)

اس کے باوجود ان کے مزاج میں انتہا درجے کا انکسار تھا۔ جاہلیت میں ان کا نام حصن تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام ''عبداللہ'' رکھا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عتاب بن اَسیّدؓ اُموی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رمضان 8 ھ میں فتح مکہ کے چند دن بعد رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنو ہوازن چند سرکش قبیلوں کو ساتھ ملا کر مکہ معظّمہ پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ بہتر ہے ان لوگوں کا آگے بڑھ کر مقابلہ کیا جائے، انہیں مکہ معظّمہ کے قریب نہ پھٹکنے دیا جائے۔ لشکر اسلام کی روانگی سے پہلے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ مکہ معظّمہ کی امارت پر کسی قابل اعتماد آدمی کو مقرر کیا جائے اگرچہ مکہ میں بہت سے معمر افراد موجود تھے لیکن اس اہم منصب کے لئے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر انتخاب مکہ کے ایسے نوجوان پر پڑی جن کی عمر صرف بیس اکیس برس کی تھی اور جو صرف چند دن پہلے شرف اسلام سے بہرہ ور ہوئے تھے۔ یہ سعادت مند نوجوان ابوعبدالرحمٰن عتابؓ بن اسید تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلا بھیجا تو وہ دوڑے دوڑے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور بڑے ادب سے سلام کر کے ہمہ تن گوش ہو گئے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''عتابؓ! میں یہاں سے جا رہا ہوں، میرے بعد تم مکہ کے عامل ہو گے۔ یہ بات یاد رکھنا کہ میں تم کو اہل اللہ پر عامل بنا رہا ہوں۔ اس لئے کہ میرے نزدیک تم اس کام کے لئے سب سے بڑھ کر موزوں ہو۔'' (اسدالغابہ جلد 3)

عتابؓ نے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور پھر اپنے دور امارت میں حسن انتظام، فقر و استغناء امر بالمعروف نہی عن المنکر کا ایسا مظاہرہ کیا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت کا حق ادا کر دیا۔

حضرت عتاب بن اسید چار پانچ سال تک مکہ کے امیر رہے اس پر سب اہل سیر کا اتفاق ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ''اصابہ'' میں لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عتابؓ کے لئے صرف دو درہم روزانہ مقرر کئے انہوں نے اپنے سارے زمانہ امارت میں اسی روزینہ پر قناعت کی۔ نہ اس میں کبھی اضافہ کا مطالبہ کیا اور نہ آمدنی کا کوئی اور ذریعہ تلاش کیا۔ (ایضاً) (اصابہ جلد 3)

صحیح بخاری میں حضرت مسورؓ بن مخزمہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا۔ ابوجہل کے خاندان والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: ''آل ہشام، علیؓ بن ابی طالب سے اپنی بیٹی کا عقد کرنا چاہتے ہیں، میں اجازت نہیں دوں گا، کبھی نہ دوں گا۔

میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے نہ دوں گا، لیکن خدا کی قسم، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی اور ایک دشمن خدا کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

مصعب بن الزبیریؒ سے روایت ہے کہ اس موقع پر حضرت عتابؓ بن اسید ابوجہل کی بیٹی سے شادی کرنے پر صرف اس لئے تیار ہوئے کہ یہ حضرت فاطمۃؓ الزہرا پر سوکن لانے کا کوئی امکان نہ رہے۔ ''یہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں تو کیا ہے؟'' یہ ان کی حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دال ہے۔ انہیں معلوم تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی لخت جگر فاطمہؓ پر سوکن لانے کو کبھی پسند نہ فرمائیں گے۔ حضرت عتابؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دل و جان سے فدا تھے۔

حضرت عتاب بن اسیدؓ کو تاریخ اسلام میں اس لحاظ سے منفرد مقام حاصل ہے کہ صحابہ متاخرین میں ہونے کے باوجود ان کا شمار اکابر صحابہ کرامؓ میں ہوا، اور وہ بھی اس وقت جبکہ وہ بھرپور جوانی کی منزلوں سے گزر رہے تھے۔ جن صاحب کو خود سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل اللہ پر عامل بننے کے لئے موزوں ترین شخص قرار دیا ان کی جلالت قدر کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟

(سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم حصہ ہفتم ص 119)

حضرت عتابؓ قبول اسلام سے پہلے بھی سلیم الفطرت، عاقل و شجاع نوجوان کی حیثیت سے مشہور تھے۔

''فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا''

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عتبانؓ بن مالک مسجد بنوسالم کے امام تھے۔ مسجد اور مکان کے درمیان ایک وادی پڑتی تھی، اگر بارش ہوتی تو تمام پانی جمع ہو جاتا۔ ان کے رہائشی مکان اور مسجد مبارک کے درمیان سیل بہتی تھی۔ بینائی کمزور ہوگئی تھی۔ پانی میں سے گزر کر مسجد شریف تک جانا، نہایت دشوار تھا اور تکلیف محسوس ہونے لگی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ ایسی حالت میں گھر پر نماز پڑھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی روز میرے گھر تشریف لا کر دو رکعت نماز ادا فرمائیں تو اسی کو سجدہ گاہ بنالوں گا۔ (صحیح بخاری جلد 2، صحیح مسلم) مسجد اور مکان کے درمیان وادی کا نام ''وادی رانوناء'' تھا۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعدہ فرمالیا کہ بہتر ہے میں آؤں گا۔ دوسرے دن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ، حسب وعدہ حضرت عتبانؓ کے گھر تشریف لائے، اجازت لے کر اندر داخل ہوئے اور فرمایا بتاؤ کیا کہتے ہو۔ درخواست کو دہرایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تم کہاں نماز پڑھنا چاہتے ہو؟ انہوں نے وہ مقام جہاں ہمیشہ نماز پڑھتے تھے بتادیا۔

حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں دو رکعتیں ادا کیں، اس کے بعد تھوڑی دیر توقف فرمایا اور تشریف لے گئے۔ سیدنا عتبانؓ بن مبارک نے اسی جگہ کو اپنی سجدہ گاہ بنالیا۔

تیرا آستاں جو نہ مل سکا، تیرے رہگذر پہ جبیں سہی
مجھے سجدہ کرنے سے غرض ہے جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

دوسری روایت کے مطابق آخری عمر میں جب آپؓ نابینا ہوگئے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ اب گھر پر نماز پڑھ سکتا ہوں؟ ارشاد ہوا کہ تم تک اذان کی آواز پہنچتی ہے؟ چونکہ اذان سنتے تھے اس لئے اجازت نہ ملی۔ منصب امامت پر اخیر عمر تک فائز رہے۔

محلّہ بنوسالم کی یہ مقدس مسجد جس میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جمعہ پڑھائی،

مسجد عاتکہ کے نام سے مشہور تھی۔ حضور علیہ السلام کے نماز جمعہ پڑھانے پر مسجد جمعہ کہلائی۔

(خلاصۃ الوفاء ص 267)

یہ مسجد جمعہ وہی مسجد ہے جس کی امامت کے فرائض سیدنا عتبانؓ بن مالک انجام دیتے رہے۔ تقدس وعقیدت اور حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصحف اخلاق کی آیات بینات ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کسی قوم کی امامت کرنا کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ معاذ بن جبلؓ، سالم مولیٰؓ اور ابوحذیفہؓ جیسے اساطین امت مسجدوں کی امامت پر سرفراز وہوتے تھے۔ حضرت عتبانؓ بن مالک کے لئے یہ شرف کیا کم ہے کہ عہد نبوت میں امامت کا لازوال شرف حاصل ہوا۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ واقعہ کس درجہ حیرت انگیز ہے کہ نابینا اور معذور ہونے کے باوجود صرف فرمان نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہمیشہ مسجد جا کر پنجگانہ نماز ادا کرتے رہے۔

حضرت عتبانؓ بن مالک کے عشق ومحبت کا یہ واقعہ صحیحین میں موجود ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مدینہ کے یہود بنوقریظہ نے مسلمانوں سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے جان و مال اور مذہب میں امن و آشتی رکھیں گے، لیکن بنوقریظہ نے غزوہ احد کے موقع پر پوشیدہ طور پر اورغزوہ خندق میں اعلانیہ غداری کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عہد شکنی کی اور مشرکین کی کھل کر مدد کی۔

اس معرکہ میں مشرکین ناکام و نامراد لوٹے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کی فتح و نصرت فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ خندق سے فارغ ہوکران غداروں کوسبق دینے کا ارادہ فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مسلمانوں کوحکم دیا کہ وہ ہتھیار نہ کھولیں اور عصر کی نماز بنوقریظہ کے محلّہ میں پڑھیں۔

چونکہ صحابہ کرامؓ کی نظر میں سب سے اہم چیز اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی، اس لئے دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جوحکم ملتا تھا اس کو بے چوں و چرا تعمیل کرنے کو اپنا ایمان سمجھتے تھے۔ اس لئے صحابہ کرامؓ والہانہ انداز میں بنوقریظہ کی طرف چل پڑے جو جنگ میں شدید زخمی ہوگئے تھے۔ وہ بھی بڑی تکلیف اٹھا کر وہاں پہنچے، کچھ لوگوں کو وہاں پہنچنے میں تاخیر ہوگئی لیکن انہوں نے عصر کی نماز کہیں اورنہیں پڑھی تا کہ اپنے محبوب حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ سے نکلی ہوئی بات کومکمل کرسکیں۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی)

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوقریظہ کوسزا دینے کے لئے ان کی جانب توجہ فرمائی تو وہ لوگ بہت پریشان ہوئے۔ حضرت ابولبابہؓ کے بنوقریظہ سے بہت اچھے مراسم تھے۔ جب بنوقریظہ کے قلعہ میں گئے تو یہودیوں نے پوچھا کہ اب ان کا کیا انجام ہوگا۔ حضرت ابولبابہؓ نے اشارہ سے بتایا کہ ''اب تم سب قتل کئے جاؤ گے۔''

جب یہ واپس آئے تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ انہوں نے ایک اہم بات بتا دی اور ایک جنگی راز فاش کرکے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیانت کے مرتکب ہوئے، ہوسکتا ہے یہودی اس بات سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کونقصان پہنچا دیں۔

اس خیال کا آنا تھا کہ حضرت ابولبابہؓ کانپ اٹھے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیانت کرنے والا کتنا بڑا گنہگار ہے، غرض اسی حال میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور معافی کی درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا اور ان کی حالت اور خراب ہوگئی۔

خود کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ستون سے زنجیر سے بندھوالیا، کھانا پینا ترک کر دیا۔ بارگاہ الٰہی میں گڑگڑاتے اور عفو ورحم کی دعا کرتے تھے۔ اسی طرح کئی دن گزر گئے، روتے روتے آنکھیں سوج گئیں، کمزوری کے مارے بیہوش ہوگئے۔ غرض رحمت الٰہی جوش میں آئی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعے سے علم ہوا کہ ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خطا معاف ہوگئی۔ ابو لبابہؓ کو جب یہ مژدہ اُم سلمیٰؓ نے سنایا تو وہ ہوش میں آئے۔ جب ان کو بیڑیاں کھلوانے کو کہا تو عرض کیا، میں نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے خلاف کام کیا تھا جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود میری بیڑیوں کو کھول کر آزاد نہیں فرمائیں گے میں اس جگہ سے نہیں ہلوں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فجر کی نماز کے لئے تشریف لائے تو انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھولا۔ حضرت ابولبابہؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں سے لپٹ گئے اور اپنا سب کچھ راہ خدا میں صدقہ کر دیا۔ (سیرت صحابہؓ جلد اول)

''یہ اعجاز ہے ایک صحرانشیں کا۔''

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سفیان بن خالد قبیلہ بنولحیان کا سردار تھا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سخت دشمن تھا مسلمانوں کے خلاف ہر وقت فتنہ انگیزی اور شر فساد کی باتیں کرتا تھا کسی نے اس کو بتایا کہ اُحد میں قریش مسلمانوں کے مقابلہ میں کامیاب ہو کر لوٹے ہیں، یہ سن کر اس کو بہت خوشی ہوئی، وہ قریش کے لوگوں کو مبارکباد دینے مکہ پہنچا وہاں جا کر اس نے معاملہ ہی دوسرا دیکھا۔

طلحہ کی بیوی سلافہ بنت سعد بین کر رہی تھی۔ اس کا شوہر طلحہ قریش کا علمبردار تھا وہ خود اور دو اس کے بھائی اور تین بیٹے احد میں قتل ہو گئے تھے، وہ ان سب کا بڑے دردناک انداز سے ماتم کر رہی تھی۔ اپنے بیٹے مسافع بن طلحہ کا ماتم کرتے ہوئے کہہ رہی تھی، میرے پیارے بیٹے مسافع کو عاصمؓ بن ثابت نے قتل کیا ہے اگر کوئی مجھے عاصم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پکڑ کر لا دے تو اس کو سو اونٹ انعام دوں گی اور عاصمؓ کی کھوپڑی کا پیالہ بنا کر شراب پیوں گی۔

سفیان بن خالد ہذلی نے بیان کے یہ الفاظ سنے تو اس کو ایک سکیم سوجھی کہ کسی طرح مسلمانوں کے کچھ لوگوں کو گرفتار کر کے قریش کے ہاتھ فروخت کیا جائے؟ اس نے عضل وقارہ کے لوگوں کو اس کام کے لئے تیار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ کے لئے کچھ مسلمان ان کے ساتھ بھیج دیں۔

سفیان بن خالد ہذلی کی اسلام دشمنی اور شر انگیزی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان واقف تھے۔ اس لئے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا: ''دشمن اسلام سفیان بن خالد ہذلی قریش اور عرب کے دیگر قبائل کو ہمارے خلاف اُکساتا رہتا ہے۔ وہ ہر وقت اسلام بیزاری کا مظاہرہ کرتا ہے ایسے فتنہ انگیز کا قتل ہونا لازم ہے کون ہے جو اس کام کو انجام دے سکتا ہے؟''

حضرت عبداللہؓ بن انیس کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں ہر اس شخص کا قتل کرنے کو تیار ہوں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

جماعت کو نقصان پہنچانے ارادہ رکھتا ہو۔ مجھے اس کا حلیہ بتائیں میں اس کا سر اتار کر لاتا ہوں۔''
حضرت عبدؓ بن انیس تن تنہا ایک تلوار لے کر مدینہ منوہ سے اس تین سو(300) میل کے سفر پر روانہ ہوگئے، انہوں نے بطن عرفہ جا کر حلیہ سے سفیان بن خالد ہذلی کو پہچانا، وہ اس وقت مختلف قبیلوں کے لوگوں سے بات چیت کر رہا تھا۔ حضرت عبداللہؓ بن انیس پہنچے تو پوچھا''تم کون ہو؟ کس ارادے سے آئے ہو؟''

انہوں نے جواب دیا''میں قبیلہ خزاعہ کا ایک فرد ہوں، سنا تھا تم محمد(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف جتھا تیار کر رہے ہو، میں نے سوچا میں بھی تمہارے ساتھ ہو جاؤں تاکہ اس بڑھتے ہوئے فتنہ کا کوئی علاج ہو سکے۔'' سفیان نے کہا''بیشک میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف لڑائی کی تیار کر رہا ہوں، حملہ کا منصوبہ تیار کر لیا ہے تم کو خوش آمدید کہتا ہوں۔'' عبداللہ بن انیس کا بیان ہے کہ''میں اس کے ساتھ باتیں کرتا ہوا، اس کے محل کی طرف چلا، میری باتیں اس کو شیریں معلوم ہوئیں، یہاں تک کہ اس کا محل آ گیا اور ساتھی الگ ہوگئے، سب سو گئے تو میں نے اس کو قتل کر کے اس کا سر اٹھا لیا اور باہر آ کر ایک غار میں چھپ گیا۔ وہ لوگ مجھے ڈھونڈھنے نکل پڑے لیکن مجھ تک نہ پہنچ سکے اور سب واپس ہولئے۔ جب اطمینان ہوا تو میں غار سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ رات بھر سفر کرتا دن کو چھپا رہتا اس طرح اٹھارہویں دن 23 محرم 4ھ کو مدینہ میں نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوگیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا:''تمہارا چہرہ فلاح پائے۔'' میں نے بھی عرض کی''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ بھی فلاح پائے۔'' پھر تمام واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت مسرور ہوئے اس وقت جو عصاء آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں تھا وہ مجھے عطا کرتے ہوئے فرمایا:''اسے پکڑ کر جنت میں چلے جاؤ۔''

حضرت عبدؓ اللہ بن انیس یہ عصا پا کر بہت خوش ہوئے۔ وہ عصاء حضرت عبداللہؓ بن انیس نے زندگی بھر جان سے زیادہ عزیز رکھا، لوگوں کو عصاء کی دستیابی کا قصہ سنایا کرتے تھے اور فخر کیا کرتے تھے کہ یہ وہ عصا ہے جو خود محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں رہا کرتا تھا۔

جب ان کا آخری وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ یہ عصا ان کے کفن میں رکھ دیا جائے۔

چنانچہ جب انہوں نے انتقال فرمایا تو یہ عصاء بھی ان کے کفن میں رکھ کر ساتھ دفن کر دیا گیا۔

(رسول رحمت ص 323۔ پراسرار بندے ص 87)

''طبع مسلم از محبت قاہر است۔''

ترجمہ: یعنی عشق کی وجہ سے مسلم کی طبیعت میں زور ہوتا ہے۔ (اقبالؒ اسرارِ خودی)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ قدیم الاسلام ہیں، مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے، پھر حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس چلے آئے، مگر مدینہ کو ہجرت نہ کر سکے کیونکہ کفار نے ہر طرف سے ناکہ بندی کر کے مدینہ منورہ کا راستہ بند کر دیا تھا۔ جہاں تک کہ جب عبیدؓ اللہ بن حارث ایک چھوٹا سا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے عکرمہ بن ابو جہل کے لشکر سے لڑنے کیلئے آئے تو یہ اور عتبہؓ بن غزوان کافروں کے لشکر میں شامل ہو گئے اور بھاگ کر مسلمانوں سے مل گئے اور اس طرح مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

غزوہ بدر سے پہلے جب لڑائی شروع ہونے کو تھی تو مہاجرین اور انصار کے سرداروں نے مسلمانوں میں جوش اور ہمت بڑھانے کے لئے بڑی پر جوش اور ولولہ انگیز تقریریں کیں۔

یہ وہی مقدادؓ بن عمرو ہیں کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ بدر کے موقع پر صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا، تو اس موقع پر حضرت مقداد بن عمروؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی محبت وعقیدت اور شیفتگی ظاہر کرنے کے لئے جو چند جملے کہے وہ تمام تقریروں پر بھاری تھے۔ انہوں نے بآواز بلند کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم بنی اسرائیل نہیں ہیں، جنہوں نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام سے جنگ کے وقت کہا تھا کہ آپ اور آپ کا خدا دونوں جا کر جنگ لڑیں ہم تو اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں گے۔ ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح نہیں ہیں۔ ہم تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ شیدائی اور جاں نثار ہیں کہ خدا کی قسم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں ''برک الغماد'' تک لے جائیں گے تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلیں گے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں لڑیں گے اور بائیں لڑیں گے۔ آگے لڑیں گے اور پیچھے لڑیں گے۔ خدا کی قسم! اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک ہمارے بدن میں خون کا آخری قطرہ اور زندگی کی آخری سانس باقی ہے۔ جب تک ہماری جان میں جان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔''

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے لمبے قد کے اور تندرست شخص تھے۔ حوصلہ اور دلیری کی وجہ سے مشہور تھے۔ اسلام کے اس جیالے اور شیدائی سپاہی سے نصرت کے یہ الفاظ سنے تو آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رُخ اقدس فرطِ مسرت سے چمک اٹھا۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوہ بدر۔ سیرت ابن ہشام جلد اول)

(پراسرار بندے ص44)

''سالار کارواں ہے میر حجازؐ اپنا''

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عباس بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بیعت عقبہ میں خزرج کے ایک سردار عباسؓ بن عبادہ بھی شامل تھے۔ یہ بڑے صاف گو اور بے باک شخص تھے۔ مدینہ کے لوگوں نے عقبہ کی گھاٹی میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ جب وہ لوگ بیعت کے ارادے سے جمع ہو گئے تو ان میں سے ایک انصاری شخص عباسؓ بن عبادہ کھڑے ہوئے اور مجمع کو مخاطب کر کے کہا کہ ''اے میرے ہم وطنو! اس سے پہلے کہ تم سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرو، میں تم کو اس بات سے آگاہ کرتا ہوں کہ تم کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟

یہ بیعت کوئی مذاق بات نہیں ہے۔ اس بیعت کا مقصد تم لوگوں کا عرب وعجم سے جنگ کا اعلان کرنا ہے۔ تمہیں اس جنگ کے انجام کو بھگتنا ہوگا۔ ہر طرح کے خطروں کا سامنا کرنا ہوگا۔ تمہارے لوگ مارے جائیں گے، مال برباد ہوگا، عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوں گے۔ کیا تم ان سب باتوں کے لئے تیار ہو؟ اگر نہیں تو اس بیعت سے باز رہو، بیکار دین ودنیا کی ندامت مول لینے سے کیا فائدہ۔''

انصار نے پوچھا۔ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس سب کے بدلے میں ہمیں کیا ملے گا؟'' ارشاد ہوا۔ ''جنت'' یہ جواب سن کر سب نے ایک زبان ہو کر عرض کی۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دست مبارک پھیلایئے ہم اس سودے کے لئے تیار ہیں۔'' اور سب نے بیعت کر لی۔

حضرت عباسؓ بن عبادہ بڑے نڈر اور دلیر شخص تھے۔ بیعت کے بعد عرض کی، ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم دیں تو ہم کفار سے ابھی جنگ شروع کر دیں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں منع فرمایا کہ ''ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے۔''

(اصابہ۔ سیرۃ انصار ص 89) (پُراسرار بندے)

جب اہل مدینہ نے بیعت کرنے کے بعد واپس جانے کا ارادہ کیا تو حضرت عباسؓ بن عبادہ نے کہا کہ: ''لوگو! اب تک میں نے کسی کی غلامی قبول نہیں کی اور ایک آزاد انسان تھا مگر اب میں نے محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی قبول کرلی ہے اور میں اپنے جان سے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانے کو چھوڑ کر جانے والا نہیں ہوں۔ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ نہیں جائیں گے میں بھی نہیں جاؤں گا۔''

''اہل فراق کے لئے عیش دوام ہے یہی''

چنانچہ یہ شیدائی وفدائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک مکہ ہی میں مقیم رہے۔ جب تک ہجرت کا حکم نہ ہوا۔ ہجرت کے بعد جب یہ لوگ مدینہ پہنچے تو حضرت عباسؓ بن عبادہ ایک لمحہ کے لئے آستانہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے الگ نہیں ہوئے۔ مہاجر انصاری کہلائے اور اصحاب صفہ میں شامل ہو کر مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شمار کئے گئے۔ انہیں ہر وقت اس بات کا خیال رہتا تھا انتظار رہتا تھا کہ کب ان کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی کام کی ضرورت پیش آئے اور انہیں خدمت کا موقع میسر ہو۔

غزوہ احد لوگوں کی آزمائش کا وقت تھا کہ وہ کس طرح خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کرسکتے ہیں۔ حضرت عباسؓ بن عبادہ اس آزمائش میں پورے اترے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے جان، جاں آفریں کے سپرد کردی۔ (اصابہ۔ سیرت انصار ص 89)

حضرت فرد ابن عمر والجذ امی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

7 ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب تمام بادشاہوں اور گورنروں کے نام اسلام کی دعوت کے خطوط لکھے تو علاقہ شام کے گورنر فرد ابن عمر والجذ امی کو بھی نامہ مبارک ارسال فرمایا، عرب کا جتنا شمالی حصہ تھا وہ اس وقت رومی قبضہ (ہرقل اعظم کی حکومت) میں شامل تھا۔ شام اور فلسطین سے متصلہ جتنا علاقہ تھا اس کے گورنر اس وقت فرد ابن عمر والجذ امی تھے۔ ان کا دارالحکومت معان تھا۔ جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک ملا تو انہوں نے اس کا بہت احترام کیا، فوراً اسلام قبول کر لیا اور ایک سفید خچر ہدیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا۔

جلد ہی اس بات کی اطلاع ہرقل اعظم کے پاس قسطنطنیہ پہنچ گئی کہ اس کا گورنر مسلمان ہو گیا۔ اس نے فوراً ایک فرمان جاری کر کے حضرت فردؓ ابن عمر و کو قسطنطنیہ بلا لیا اور دریافت کیا کہ ''فردا! کیا تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کو چھوڑ کر عرب کے ایک صحرا نشیں کا دین قبول کر لیا ہے؟''

حضرت فردؓ نے اقرار میں کہا، ''ہاں حضور والا! یہ دین آپ کے دین کی تصدیق کرتا ہے اور اس سے افضل ہے اس لئے میں نے اس کی تعلیمات کو قبول کر لیا ہے۔''

''تم نے یہ دین قبول کر کے سلطنت روما اور عیسائیت کی توہین کی ہے۔ میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ فوراً اس دین کو ترک کر دو اور اپنے فعل سے توبہ کرو۔''

حضرت فردؓ نے فرمایا: ''اے قیصر اعظم! یہ تو اب ممکن نہیں ہے کہ میں ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے کو ترک کر کے پھر اس راستہ پر لوٹوں جس میں خرابیاں پیدا کر دی گئی ہیں۔''

بندہ مومن کا دن بیم و ریا سے پاک ہے
قوت فرماں روا کے سامنے بے باک ہے

(اقبالؒ)

''اتنا سن کر قیصر فرطِ غضب سے سرخ ہو گیا اور حکم دیا کہ اس کو بیڑیوں میں جکڑ کر قید خانے میں ڈال دیا جائے۔'' چند دن بعد ہرقل نے حضرت فردؓ کو پھر دربار میں طلب کیا اور کہا، ''فردا تم

ہمارے ایک باعزت سردار ہو، میں تم کو پھر ایک موقع دیتا ہوں کہ تم اپنے دین پر واپس لوٹ آ ؤ،نہیں تو موت تمہارا فیصلہ کردے گی۔''

حضرت فرداؓ نے فرمایا، اے بادشاہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وعقیدت اور شیفتگی تو میرے دل میں اب اس طرح گھر کرچکی ہے کہ کوئی خوف وسزا اس کو نکال نہیں سکتا۔''

ہرقل اس جواب سے بہت غضبناک ہوا اور جلادوں کو حکم دیا،''اس کو ذلیل وخوار کرتے ہوئے تالاب عفراء پر لے جاؤ اور پھانسی پر چڑھادو تاکہ اس کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت کا مزہ چکھنے کو ملے۔''

ہرقل اعظم کے حکم کے مطابق حضرت فرداؓ کو فلسطین میں واقع عفراء تالاب پر لے جایا گیا۔ جب ان کو دھکے دیتے ہوئے اور نیزوں سے چھیدتے ہوئے قتل گاہ کی طرف لے جایا جارہا تھا تب بھی ان کا دل انتہائی مطمئن ومسرور تھا۔ وہ شعر کہتے جاتے تھے جن میں ان کا اطمینان قلب اور تخیل کی بلند پروازی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اپنے پیدل چلنے اور نیزوں سے چھیدے جانے کو اس طرح موزوں کیا۔

ترجمہ:''یعنی مجھ کو ایسے ناقہ پر سوار کر رکھا ہے جس کی ماں پر سانڈ نہیں چڑھا ہے (ایسی کوئی ناقہ ہونی ناممکن ہے۔یعنی وہ پیدل تھے) اور اس ناقہ کو لوگ چاروں طرف سے چھید رہے ہیں۔ (یعنی فردا کو لوگ برچھیوں سے ہنکار رہے ہیں) جب حضرت فرداؓ کو پھانسی دینے لگے تو انہوں نے یہ شعر کہا۔ ترجمہ:''یعنی اے قاصد مسلمانوں کو یہ خبر پہنچادے کہ میں نے اپنی ہڈیاں اور اپنا جاہ ومقام سب اپنے رب کے سپرد کردیا۔''

اس کے بعد اس عاشق اور شیدائی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پھانسی دے دی گئی۔''

حوالہ جات (تاریخ عروج اسلام۔رحمتہ للعالمین۔پُراسرار بندے)

حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مدینہ اور خیبر کے یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سخت مخالفت رکھتے تھے۔ ان میں خیبر کا ایک رئیس ابورافع تھا۔ یہ بڑا تاجر تھا، عرب کے قبائل پر بڑا اثر رکھتا تھا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑی اذیت پہنچاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اس نے بنوغطفان وغیرہ کو بھڑکا کر ایک بڑا جتھا تیار کرلیا تھا۔ یہ مدینہ پر حملہ کرنے کی تاک میں لگا رہتا تھا۔

اس کی ایذا رسانیوں سے تنگ آ کر رمضان 6 ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک جاں نثار اور شیدائی حضرت عبداللہؓ بن عتیک کو اس کام کے لئے تعینات کیا کہ وہ اللہ اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن کا خاتمہ کریں۔ حضرت عبداللہؓ بن عتیک یہ حکم پا کر بے انتہا خوش ہوئے کہ ان کے جان سے بھی پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس کام پر تعینات کیا ہے۔ وہ چار ساتھیوں کو ساتھ لے کر ابورفع کے قلعہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب یہ لوگ قلعہ پر پہنچے شام ہو گئی تھی، قلعہ کا پھاٹک بند ہونے والا تھا۔ حضرت عبداللہؓ نے ساتھیوں کو راستہ میں چھپا دیا اور قلعہ کے دروازے کے باہر خود اس طرح بیٹھ گئے گویا پاخانہ کر رہے ہیں، قلعہ والوں کا ایک گدھا گم ہو گیا تھا وہ مشعل لے کر اسے ڈھونڈھنے نکلے، یہ بھی ان کے ساتھ اس طرح لگ گئے گویا گدھا تلاش کر رہے ہوں۔ گدھا مل گیا تو یہ بھی سب کے ساتھ اندر داخل ہو گئے جب وہ لوگ گدھے کو باڑے میں چھوڑنے گئے تو یہ بھی وہاں پہنچے اور گدھوں کے باڑے ہی میں چھپ گئے اور یہ دیکھتے رہے کہ دربان پھاٹک کی کنجیاں کہاں رکھتا ہے۔ اس دربان نے پھاٹک بند کر کے کنجیوں کو ایک کھونٹی پر لٹکا دیا۔ جب دربان سو گیا، حضرت عبداللہؓ باڑے سے نکلے اور کنجیاں اٹھا کر پھاٹک کھول دیا اور چاروں ساتھیوں کو اندر لے آئے اور ابورافع کی طرف چلے وہ بالا خانے پر رہتا تھا بیچ میں بہت سے دروازے پڑتے تھے، یہ اندر سے دروازے بند کرتے چلے گئے تاکہ کوئی اس کی مدد کو نہ آ سکے۔ وہ بالا خانے پر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ایک اندھیرے کمرے میں سو رہا تھا، حضرت عبداللہؓ نے پکارا ''یا ابا رافع''۔ ''بولا کون ہے؟'' حضرت عبداللہؓ نے آواز پر تلوار ماری لیکن وار خالی گیا۔ وہ چلایا بچاؤ بچاؤ۔ یہ

فوراً آواز بدل کر کڑک دار ڈھنگ سے بولے، گویا اس کی مدد کو پہنچ گئے ہوں۔ ''اے ابورافع! کیسا شور ہے، کیا معاملہ ہے؟'' ابورافع بولا ابھی کسی نے مجھ پر تلوار سے وار کیا تھا۔''

حضرت عبداللہؓ نے کہا گھبرانا مت میں آ گیا ہوں، اس کے بعد یہ اس کے قریب پہنچ گئے اور تلوار کی دھار کو اس کے پیٹ پر رکھ کر ایسا دبایا کہ وہ اس کی کمر کی ہڈی تک اتر گئی۔ اسی دوران اسکے سب گھر والے جاگ گئے۔ سب طرف شور مچ گیا یہ گھبراہٹ میں دوڑے تو چھت سے زمین پر آ گرے۔ پنڈلی میں سخت چوٹ آئی، حضرت عبداللہؓ نے پگڑی اتار کر پنڈلی کو کس کر باندھ لیا، سب ساتھی قلعہ سے باہر نکل آئے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا، ''تم لوگ جا کر واقعہ کی خوشخبری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سناؤ، میں آج رات یہیں ٹھہرتا ہوں تا کہ اس کام کی تصدیق کرلوں جس کام کے لئے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا تھا۔'' پھر وہیں کوڑے کے ڈھیر میں چھپ گئے۔ جب مرغ سحر نے اذاں دی تو ایک شخص نے قلعے کی دیوار پر چڑھ کر پکارا: ''حجاز کے تاجر ابورافع کی موت واقع ہوگئی ہے۔'' یہ سن کر عبداللہؓ بن عتیک کوڑے کے ڈھیر سے نکلے اور مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستے میں سب ساتھی مل گئے۔ مدینہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خوشخبری سنائی کہ دشمن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتمہ کر آئے۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی۔ پراسرار بندے)

''عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث''

حضرت ابو عقیل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غزوہ تبوک کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بہت بڑھ چڑھ کر لشکر اسلام کی تیاری میں حصہ لیا لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، عقیدت و شیفتگی میں جو مثال حضرت ابو عقیلؓ انصاری نے پیش کی اس کی نظیر ممکن نہیں۔ حضرت ابو عقیلؓ انصاری بہت ہی تنگ دست اور مفلوک الحال صحابی تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ دوسرے صحابہ کرامؓ خوب مال و دولت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کر رہے ہیں تو وہ بہت رنجیدہ اور غمگین تھے کہ ان کے پاس اپنے محبوب جان سے پیارے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پیش کرنے کے لئے کوئی حقیر چیز بھی نہیں ہے۔

حضرت ابو عقیلؓ اس غم اور دکھ کو لے کر گھر سے نکلے تو کنوئیں سے پانی کھینچ کر ایک کھیت کو سیراب کرنے کا موقع مل گیا۔ یہ رات بھر جاگ کر اس کھیت کو بڑی محنت و جانفشانی سے سینچتے رہے، صبح کو کھیت کے مالک نے انہیں تمام رات کی محنت کے صلہ میں دو سیر چھوہارے دیئے۔ ان چھوہاروں کو کرتے میں بھرے سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس حقیر و ناچیز کی بھی تمنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں یہ حقیر ہدیہ نچھاور کر دوں اور اس جیش عسرت میں شامل ہو جاؤں۔ بس میرے پاس کل متاع یہ دو سیر چھوہارے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو قبول فرما لیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ''یا ابا عقیل! تمہارے یہ دو سیرے چھوہارے بڑی سے بڑی دولت پر فوقیت رکھتے ہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ''ان چھوہاروں کو اس تمام مال پر بکھیر دیا جائے جو اس مقصد کے لئے جمع ہوا ہے۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابو عقیلؓ کے اس ایثار کو کس طرح پسند کیا اس کا اندازہ سورہ توبہ کی آیت مبارکہ 79 سے ہوتا ہے۔

جب حضرت ابو عقیلؓ نے آدھا صاع چھوہارے لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

خدمت اقدس میں پیش کئے اور ان کو سب سے زیادہ اعزاز ملا تو منافقین کو یہ بات بہت نا گوار گزری، انہوں نے حضرت ابو عقیلؓ کے صدقے کو حقیر سمجھا چونکہ یہ مقدار میں کم تھا اس لئے ان پر طنز و طعن کئے اور کہا، ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ (ابو عقیلؓ) کے اس حقیر صدقہ سے مستغنی ہے اور انہوں نے یہ (آدھا صاع) صدقہ کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ صرف دکھاوا کرنے کے لئے دیا ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ کو منافقین کا یہ طنز و طعن اتنا ناپسند ہوا کہ فوراً ان پر عذاب کی آیت نازل فرمائی اور حضرت ابو عقیلؓ جیسے لوگوں کے ایثار وقربانی کی قدر دانی فرمائی:

سورۂ توبہ کی آیت 79 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''اور یہ منافقین ایسے لوگ ہیں کہ صدقہ دینے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں طنز و طعن کرتے ہیں اور ان لوگوں پر اور زیادہ جن کو اپنی محنت مزدوری کے سوا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں میسر ہوتا یعنی ان سے یہ منافقین تمسخر و مذاق کرتے ہیں اور اللہ ان کے تمسخر وطنز وطعن کا ضرور بدلہ دے گا اور اللہ تعالیٰ نے ان مذاق اڑانے والوں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

(رحمت للعالمین جلد اول۔ پُراسرار بندے)

''مقام فقر ہے کتنا بلند شاہی سے۔''

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام میں بڑا اختلاف ہے بعض اوس، بعض سمرہ اور بعض سلمان بتاتے ہیں، ابومحذورہؓ کنیت ہے۔ 8ھ میں مشرف باسلام ہوئے۔

حضرت ابومحذورہؓ کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے کہ ابومحذورہؓ سن مذکورہ میں چند مشرکین کے ساتھ کہیں جارہے تھے، ٹھیک اسی وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ راستہ میں ایک مقام پر منزل ہوئی۔ موذن نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے لئے اذان دی۔ ابومحذورہؓ نے بھی نقل اتاری، ان کی آواز نہایت ہی دلکش تھی۔ اس لئے مضحکہ میں بھی دلکشی باقی رہی۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز سن کر اذان دینے والے کو بلا بھیجا۔ یہ لوگ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا، ابھی کس نے بلند آواز سے اذان دی تھی، ابومحذورہؓ کے ساتھیوں نے ان کی طرف اشارہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو واپس کر دیا اور حضرت ابومحذورہؓ کو روک لیا اور اذان دینے کی فرمائش کی، حضرت ابومحذورہؓ پر یہ فرمائش بڑی گراں گزری لیکن انکار کی جرأت نہ تھی۔ ان کو اذان سے واقفیت نہ تھی، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بتایا، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سن کر اسی کو دہرایا۔ زبان مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اعزاز تھا کہ اس دفعہ اذان دینے میں زبان کے ساتھ دل بھی لا الہ اللہ محمد رسول اللہ پکار اٹھا اور ابومحذورہؓ جو ابھی چند ساعت پہلے اذان کا مضحکہ اُڑا رہے تھے۔ اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک تھیلی میں تھوڑی سی چاندی مرحمت فرمائی اور ان کی پیشانی سے لے کر ناف تک دست مبارک پھیر کر برکت کی دعا فرمائی۔

(استیعاب جلد2)

حضرت ابومحذورہؓ کا دل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وعقیدت سے بھر گیا۔ یا حضرت

ابومحذورہؓ اذان کا تمسخر اڑاتے تھے یا دفعتہً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے یہ قلب ماہیت ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے مکہ میں اذان دینے کی اجازت مرحمت ہو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منظور فرمایا اور ابومحذورہؓ اجازت لے کر مکہ چلے گئے۔ اس وقت ان کا دل عشق ومحبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معمور ہو چکا تھا۔ مکہ پہنچ کر مستقل اذان دینے کی خدمت دل وجان سے انجام دینے لگے۔

فتح مکہ کے بعد سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مکہ کا مستقل موذن بنا دیا۔

(تہذیب التہذیب جلد 2)

ان کی اذان اور خوش الہانی کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ شعراء اس کی قسم کھاتے تھے ایک قریشی شاعر کہتا ہے۔ ترجمہ: ''پردہ پوش کعبہ کے رب اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت کردہ سورتوں اور ابومحذورہؓ کے نغموں کی قسم میں یہ کام ضرور کروں گا۔''

ابومحذورہؓ مکے کے موذن تھے اس لئے ہمیشہ یہیں رہے۔ ان کی دستار فضیلت کا بڑا طرہ امتیاز یہی ہے کہ وہ نہایت دلکش اور خوش آواز موذن تھے اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی تہی دامن نہ تھے۔ (سیرت صحابہ کرامؓ جلد 2)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خریمؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ تشریف لے جانے کے بعد مشرف با سلام ہوئے۔ ان کے اسلام لانے کا دلچسپ واقعہ خود ان کی زبان سے سنئے، وہ بیان کرتے ہیں:

کہ میں ایک مرتبہ اپنے اونٹوں کو لے کر نکلا ان پر عراقہ کی دہشت طاری ہوگئی۔ میں نے ان کے چھندان ڈال دیا اور ایک کے بازو سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آغاز ظہور (مدینہ) کا واقعہ ہے، پھر میں نے کہا اس وادی کے آسیب سے پناہ مانگتا ہوں، زمانہ جاہلیت میں ایسے موقع پر ایسا ہی کہا کرتے تھے، اتنے میں ایک آواز نے مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی اطلاع دی، میں نے یہ آواز سن کر پوچھا، خدا تم پر رحمت نازل فرمائے تم کون ہو، جواب ملا، مالک بن مالک، مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجد بھیجا تھا۔ میں نے کہا اگر میرے اونٹوں کی کوئی ذمہ داری لے یعنی حفاظت کی ذمہ داری قبول کر لے تو میں اس شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جا کر اس پر ایمان لاتا۔ مالک نے کہا کہ میں ذمہ لیتا ہوں ان کو بحفاظت تمہارے گھر پہنچا دوں گا۔

چنانچہ میں نے ان میں سے ایک اونٹ کو کھولا اور مدینہ آیا اور ایسے وقت مدینہ پہنچا، جب تمام لوگ نماز جمعہ میں مشغول تھے۔ میں نے خیال کیا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو جائیں تب مسجد میں جاؤں، یہ خیال کر کے اپنا اونٹ باندھنے جا رہا تھا کہ ابوذرؓ آئے اور کہا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاتے ہیں۔ میں مسجد میں داخل ہوا، مجھ کو دیکھتے ہی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کو معلوم ہے اس شیخ نے جس نے تمہارے اونٹوں کو تمہارے گھر پہنچانے کی ذمہ داری لی تھی، اس نے بحفاظت اونٹوں کو تمہارے گھر پہنچا دیا ہے۔ میں نے کہا خدا اس پر رحمت نازل فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ ہاں اس پر خدا رحمت نازل فرمائے۔

اس کے بعد خریمؓ بن فاتک کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوگئے۔ (مستدرک حاکم ج3)

حضرت خریمؓ نہایت لطیف مزاج اور نفاست پسند تھے۔ بڑے خوب صورت اور نازک مزاج

شخص تھے۔لباس اور وضع قطع میں خوبصورتی اور نفاست کا بہت لحاظ رکھتے تھے۔اسلام سے پہلے خوب نیچا پاجامہ پہنتے تھے۔لمبے لمبے گیسو کاندھوں پر لہرایا کرتے تھے۔گھر سے بہت بن سنور کر نکلتے تھے۔ان کا پاجامہ اتنا نیچا ہوتا تھا کہ راستے میں چلتے تھے تو گھسٹتا جاتا تھا۔

اسلام قبول کر لینے کے بعد یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور محبت وعقیدت میں سب صحابہ کرامؓ سے فوقیت لے جانا چاہتے تھے۔

ایک دفعہ ان کی غیر موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ رسالت مآب میں ان کا تذکرہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''حریمؓ کیا اچھے آدمی تھے اگر اتنی لمبی کاکلیں نہ رکھتے اور اتنا نیچا پاجامہ نہ پہنتے۔'' یہ ''ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس عاشق صادق کو معلوم ہوا تو حضرت خریمؓ سیدھے حجام کی دکان پر پہنچے اور تمام بال کٹوا ڈالے۔پھر جب بارگاہ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے تو لوگوں نے دیکھا کہ خریمؓ کے گھنگھریالے لمبے گیسو کٹ کر صاف ہو گئے اور گھسٹتا ہوا پاجامہ آدھی پنڈلی کی اونچائی تک پہنچ گیا ہے۔''

(ابوداؤد کتاب اللباس باب ماجافی السال الازار)

عاشقی محکم شود از تقلید یار
تا کمند تو شود یزداں شکار

(اقبالؒ)

ترجمہ: (یعنی عاشقی ایسی چیز ہے جو تقلید یار سے زیادہ محکم ہوتی ہے جب یہ تقلید محکم ہو جاتی ہے تو حق کو پا لینے والی بن جاتی ہے۔(سیرت صحابہؓ جلد دوم۔پُر اسرار بندے)

حضرت عبداللہ بن ابی حدود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہؓ بن ابی حدود معاش کی جانب سے بہت غیر مطمئن تھے۔ بڑی مفلسی، عسرت وتنگ دستی میں زندگی بسر ہوتی تھی۔ ہمیشہ قرض دار رہتے تھے۔ ایک یہودی کے اب بھی چار درہم کے مقروض تھے۔ یہ حقیقی رقم بھی ادا نہ کر سکتے تھے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری واطاعت کو زندگی کا مقصد عین سمجھتے تھے۔ لیکن قرض ادا کرنے کی ان میں گنجائش نہ تھی۔ (سوچتے تھے خیبر فتح ہوگیا تو اس کے مال غنیمت سے یہ قرض ادا کردوں گا۔ بہت تقاضے کے بعد بھی جب قرض واپس نہ ملا تو اس یہودی نے دربار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان کی شکایت کی کہ عبداللہؓ بن ابی حدود ان کا قرض نہیں لوٹا رہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلا کر حکم دیا کہ اس یہودی کا قرض فوراً ادا کردیں۔''
عبداللہؓ بن ابی حدود کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو ٹالتے نہیں تھے۔ اس لئے سخت پریشان ہوئے کہ اب کیا کریں۔ گھر میں کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کو بیچ کر قرض چکا دیں۔

ان کے امکان میں کچھ نہ تھا اس لئے معذرت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ تاکید کی پھر حضرت عبداللہؓ نے تنگ دستی کا عذر کیا اور کہا میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے خیبر کی طرف بھیجنے والے ہیں، وہاں مال غنیمت ملے گا تو قرض ادا کردوں گا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکرر تاکید فرما چکے تھے۔

بس ایک چادر آپؓ کے پاس تھی، جس میں سردی گرمی گزرتی تھی۔ حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس اور اطاعت کی فکر تھی۔ چنانچہ آپؓ نے بلا جھجک اس چادر کو فروخت کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی اور ہر تکلیف اٹھانا گوارا کرلی اور یہودی کا قرض ادا کردیا۔ (اسد الغابہ جلد 3)

در تہی دستی شود خود دار تر
بخت او خوابیدہ او بیدار تر

(اقبالؒ)

ترجمہ: تنگ دستی کی حالت میں بھی جو شخص خود دار ہو، اس کی حالت ایسی ہے گویا اس کی قسمت سوئی ہوئی ہے، لیکن وہ خود بیدار ہے۔

(سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم حصہ دوم)(پُراسرار بندے ص 134)

''میرے شایاں خس وخاشاک نہیں ہے۔''

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت وہب بن قابوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت وہبؓ بن قابوس ایک صحابی تھے۔ یہ مدینہ کے قریب ایک گاؤں میں رہتے تھے بکریاں چرا کر گزر اوقات کرتے تھے۔ ان کے دل میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وعقیدت نے جوش مارا۔ ملاقات کا اشتیاق بیدار ہوا تو اپنے بھتیجے سے کہا،'' بکریوں کو رسی سے باندھو، مدینہ چلتے ہیں۔''

جب یہ کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ کفار مکہ نے حملہ کر دیا ہے اور اس کی مدافعت کے لئے احد کے میدان میں تشریف لے گئے ہیں۔ تمام اصحاب بھی وہیں گئے ہیں اتنا سننا تھا کہ وہبؓ تڑپ اٹھے تلوار لے کر یہ بھی احد کے میدان میں جا پہنچے وہاں جا کر دیکھا کہ مسلمانوں میں بری طرح انتشار برپا ہے۔ کفار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچے تو ایک جماعت کفار کی حملہ کرتی ہوئی آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:'' جو کوئی ان کفار کو منتشر کرے گا وہ جنت میں میرا ساتھ ہوگا۔''

حضرت وہبؓ تازہ دم تھے تلوار لے کر کفار پر ٹوٹ پڑے، ایسی بہادری سے تلوار چلائی کہ کفار کو دھکیل کر دور پہنچا دیا۔ دوسری بار پھر وہی صورت پیش آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ویسا ہی فرمایا اور انہوں نے پھر سب کو بھگا دیا۔ تیسری بار پھر کفار اکٹھے ہو کر حملہ آور ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا:'' انہیں جو منتشر کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔''

حضرت وہبؓ پھر جوش اور ولولے کے ساتھ آگے بڑھے، تلوار چلاتے ہوئے کفار کی جماعت میں گھس گئے۔ اس وقت تک کفار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھنے نہیں دیا جب تک یہ شہید نہ ہو گئے۔

جب جنگ ختم ہوئی اور ان کی لاش دیکھی گئی تو اس پر بیس زخم تھے۔ ان میں سے ہر زخم ایسا کاری تھا کہ اس کی وجہ سے ہی ان کی شہادت ہونی چاہئے تھی۔ شہادت کے بعد مشرکین نے بری طرح ان کا مثلہ کیا تھا۔ (ناک، کان وغیرہ کاٹے تھے) یہ اپنے بھتیجے کو ساتھ لے کر چلے تھے، انہوں نے بھی

بڑی بہادری وشجاعت دکھائی، جب چچا کو شہید ہوتے دیکھا تو جوش وخروش سے کفار پر ٹوٹ پڑے، بڑی بے جگری سے لڑے اور شہید ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی بہادری و جانباری سے بہت خوش ہوئے اور متاثر ہوئے۔ ان کے لئے جنت کی دعا فرمائی۔ نعش کو خود چادر اڑھائی جس پر سرخ بوٹے بنے تھے اور اپنے دست مبارک سے سپرد خاک کیا۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص فرمایا کرتے تھے۔ ''میں نے حضرت وہبؓ جیسی بہادری سے کسی شخص کو جنگ کرتے نہیں دیکھا۔ لڑائی کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہب کے سرہانے کھڑے دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ ''اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو، میں تم سے راضی ہوں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خود اپنے مقدس ہاتھوں سے دفن فرمایا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اس جنگ میں شدید زخمی ہوئے تھے اور بہت تکلیف تھی۔''

حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے: ''کسی کے عمل پر اتنا رشک نہیں آیا جتنا وہبؓ کے عمل پر آیا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان جیسا نامہ اعمال لے کر پہنچوں۔''

(حکایات صحابہؓ بحوالہ اصابہ وقرہ)

''عشق نے کر دیا تجھے ذوق تپش سے آشنا۔''

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ثابت نام، ابو محمد کنیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو خیر مقدم کیلئے تمام شہر اُمڈ آیا تھا اس موقعہ پر حضرت ثابتؓ بن قیس نے جو خطبہ دیا، اس کا پہلا جملہ یہ تھا......

ترجمہ: ''ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر اس چیز کی حفاظت کریں گے، جس طرح ہم اپنی جان اور اولاد کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن ہمیں اس کا معاوضہ کیا ملے گا۔ سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جنت''۔ تو تمام مجمع پکار اٹھا کہ ''ہم سب راضی ہیں''۔ (اصابہ جلد اول)

9ھ میں بنو تمیم کا وفد آیا اور بدویانہ طریقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر آ کر آواز دی کہ باہر نکلو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے تو بات چیت کے بعد عطارد بن حاجب کو کھڑا کیا کہ بنو تمیم کے رتبہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ کرے۔ عطارد بن حاجب اوس قبیلہ کا مشہور خطیب تھا، اس کی تقریر ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثابتؓ بن قیس کو حکم دیا کہ تم اس کا جواب دو، حضرت ثابتؓ نے اس فصاحت و بلاغت سے جواب دیا کہ اقرع بن حابس بول اٹھا کہ اپنے باپ کی قسم ان کا خطیب ہمارے سے بہتر ہے۔

حضرت ثابتؓ نہایت فصیح البیان اور زبان آور تھے انصار نے اسی بناء پر ان کو اپنا خطیب بنایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دربار نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان ہی کو خطیب تجویز فرمایا۔ (صحیح بخاری)

احترام نبوت ان کی سیرت کا جلی عنوان ہے۔ (صحیح بخاری)

جب یہ حکم نازل ہوا: ''مسلمانو! تم اپنی آوازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند مت کرو''۔

ایک مرتبہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابتؓ بن قیس کو موجود نہ پایا تو حضرت سعدؓ بن معاذ سے پوچھا ''ابو عمرؓ ثابتؓ کا کیا حال ہے؟ وہ بیمار ہو گیا ہے''۔

جب یہ حکم نازل ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو، حضرت ثابتؓ بن قیس اپنے گھر بیٹھے رہے کہ میں دوزخی ہوں۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے عرض کیا، یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ میرے پڑوسی ہیں اور مجھ کو ان کی بیماری کا علم نہیں ہوا۔ حضرت سعدؓ، ثابتؓ بن قیس کے گھر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یاد فرمانے کا ذکر کیا، وہ سر نیچے کئے بیٹھے تھے، پوچھا کیا ہے؟ کہا کیا بتاؤں بہت بُرا حال ہے، ثابتؓ بن قیس نے کہا یہ آیت نازل ہوئی اور تم کو معلوم ہے میری آواز تیز ہے۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تم سب لوگوں سے زیادہ بلند آواز سے چلا کر بولتا تھا، اب میرا سارا عمل باطل ہو گیا اور جہنمی ہو گیا ہوں۔

سعدؓ بن معاذ نے آ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابتؓ کی باتیں بتائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ان سے جا کر کہو تم جہنمی نہیں، میں تم کو جنت کی بشارت دیتا ہوں۔ (تہذیب التہذیب جلد 2)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے جو اُنس اور محبت تھی۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک بار جب بیمار پڑ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیادت کو تشریف لے گئے اور ان کے لئے ان الفاظ میں دعا کی۔

''اذهب الباس رب الناس عن ثابت بن قيس بن شماس''

(سیر الصحابہؓ حصہ چہارم ص165)

''یہ ہے عقیدت و محبت کی انتہا۔''

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابورافعؓ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے دل میں نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پُر جلال چہرہ ہی دیکھ کر اسلام کا نقش بیٹھ گیا۔ اسلام کے متعلق ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے قریش نے کسی کام کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ہی میرا دل اسلام کی طرف ہو گیا، میں نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے واپس نہ جاؤں گا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں قاصد کو نہیں روکتا اور عہد شکنی نہیں کرتا۔ اس وقت تم لوٹ جاؤ اگر اسلام کا جذبہ بدستور تمہارے دل میں باقی رہا تو پھر چلے آنا، چنانچہ اس وقت لوٹ گئے، پھر دوبارہ آکر مشرف بااسلام ہوئے۔

(ابوداؤد جلد اول۔ مستدرک حاکم جلد 3)

ابتداء میں حضرت رافعؓ، حضرت عباسؓ کے غلام تھے۔ انہوں نے رافعؓ کو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دیا اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباسؓ کے اسلام لانے کی خوشی میں آزاد کر دیا۔ (اسن سعد جز 4)

آزادی کے بعد بھی آستانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گزاری کا فخر نہ چھوٹا۔ اسلام نے غلاموں کو ہر قسم کی ترقی کے جو مواقع عطا کئے ابوررافعؓ اس کی بہترین مثال تھے۔ گویا غلام تھے لیکن فضل وکمال میں آزادوں کے ہمسر تھے۔ اس لئے ان کو معمولات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بہت معلومات تھیں۔ آزادی کے وقت بے اختیار اشکبار ہو گئے۔

اگرچہ حضرت رافعؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد کر دیا تھا مگر بدستور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں گرفتار رہے، قانوناً آزاد ہو گئے تھے۔ لیکن خدمت گزاری کا شرف نہیں چھوڑا۔ آزادی کے وقت اشکبار ہوئے تو لوگوں نے پوچھا، آزادی کے وقت رونے کا کیا موقع ہے۔ ''کہا آج سے ایک اجر جاتا رہا۔'' (مسند احمد بن حنبلؒ جلد 2)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر پر جاتے تو حضرت رافعؓ ساتھ ہوتے اور ہمیشہ خیمہ

یہی نصب کرتے تھے۔(مسلم جلد اول)

آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غلامی کی نسبت بہت محبوب تھی۔ ہمیشہ اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام کہتے تھے۔آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے انتہا محبت و عقیدت اور شیفتگی تھی۔نسبی شرف کے لئے یہ سند کافی ہے کہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا شرف رکھتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہہ کر اپنے خاندان میں شامل کرلیا تھا کہ مولی القوم من انفسھم۔(ابوداؤد جلد اول)

اس مرتبہ کے بعد خاندانی اور نسبی عظمت کا کون سا درجہ باقی رہ جاتا ہے۔

عمرو بن سعید بن عاص نے مدینہ کی امارت کے زمانہ میں اپنا غلام کہلوانا چاہا، لیکن یہ برابر انکار کرتے رہے۔آخر کار سعید بن عاص نے 500 کوڑے لگا کر زبردستی اپنا غلام کہلوایا۔

(تہذیب التہذیب حوالہ مذکور)

غزوہ بدر کے بعد ہجرت کر کے مدینہ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مقیم ہوئے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابن ام مکتومؓ کی کنیت اتنی مشہور ہوئی کہ ان کا اصلی نام بالکل چھپ گیا۔ چنانچہ ابن سیر نے ان کے مختلف نام لکھے ہیں، بعض عبداللہ کہتے ہیں اور بعض عمرو بتاتے ہیں، باپ کا نام قیس تھا، لیکن ماں کی نسبت سے ام مکتوم مشہور ہوئے۔

ابتدائے بعثت میں سرزمین مکہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ ابن ام مکتومؓ گو ظاہری آنکھوں کی روشنی سے محروم تھے مگر چشم دل وا تھی۔ اس لئے مکہ میں جیسے ہی اسلام کا نور چمکا وہ کفر کی تاریکی سے باہر نکل آئے اور ذات اقدس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک خاص قرب واختصاص حاصل ہو گیا۔ چنانچہ اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

مکہ کے مغرور امراء ورؤساء بھی مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آیا کرتے تھے۔ جو ابن ام مکتومؓ کی نابینائی اور غربت وافلاس کی وجہ سے ان کو ذلیل سمجھتے تھے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتے تھے کہ ہماری مجلس میں ایسے لوگ برابر نہ بیٹھا کریں۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں یہ لگن تھی کہ کسی طرح قریش کے رؤساء دعوت حق قبول کرلیں، اس لئے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رؤسائے قریش میں تبلیغ فرما رہے تھے کہ اس درمیان میں حضرت ابن ام مکتومؓ آ گئے اور کچھ مذہبی مسائل پوچھنے شروع کر دیئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی یہ بے موقع گفتگو اس لئے ناگوار گزری کہ اس سے رؤسائے قریش کی تبلیغ میں رکاوٹ پیدا ہوتی اور ان کے دلوں میں تاثر کی بجائے تکدر پیدا ہوتا، اس لئے ابن ام مکتومؓ کی طرف التفات نہ فرمایا اور بدستور سلسلہ گفتگو جاری رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ طرز عمل گو تبلیغ حق اور دعوت اسلام کی سچی خواہش پر مبنی تھا تاہم خدا کے دربار میں ناپسندیدہ ہوا اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (فتح الباری جلد 8)

آیات سورہ عبس، پارہ 30

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى (۱) اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى (۲) وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى

(۳) اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرٰی (۴) اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی (۵) فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی (۶) وَمَا عَلَیْکَ اَلَّا یَزَّکّٰی (۷) وَاَمَّا مَنْ جَآءَکَ یَسْعٰی (۸) وَهُوَ یَخْشٰی (۹) فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی (۱۰)

ترجمہ: ترش رو ہوا اور بے رخی برتی۔ اس بات پر کہ آیا اس کے پاس وہ نابینا۔ اور کیا خبر تمہیں شاید کہ وہ پاکیزگی حاصل کرتا۔ یا نصیحت سنتا تو نفع پہنچاتی اس کو (تمہاری) نصیحت۔ لیکن جو کوئی بے پروائی برتتا ہے۔ تم اس کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہو۔ حالانکہ نہیں ہے تم پر ذمہ داری اس کی کہ نہیں سدھرتا وہ۔ لیکن جو شخص آیا تمہارے پاس دوڑتا ہوا۔ اور وہ ڈر رہا ہے (اللہ سے)۔ تو تم اس سے بے رخی برتتے ہو۔

اس آیہ کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاص طور پر ابن ام مکتومؓ کا لحاظ رکھتے تھے اور کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان کی بڑی خاطر مدارت ہوتی تھی۔

اذان ہجرت کے بعد حضرت ابن ام مکتومؓ بھی ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت نہیں فرمائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد موذنی کے جلیل القدر منصب پر مامور ہوئے۔ (بخاری کتاب الاذان)

ہجرت مدینہ کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہو گیا لیکن ابن ام مکتومؓ اپنی مجبوری کے باعث جہاد کی شرکت سے معذور رہا کرتے تھے۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں۔

آیات سورہ النساء پارہ 5

لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا.

ترجمہ: نہیں برابر، گھر بیٹھ رہنے والے مسلمان، جن کو کوئی عذر نہ ہو اور جہاد کرنے والے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے، فضیلت دی ہے اللہ نے ان کو جو

جہاد کرنے والے ہیں۔ اپنے مال و جان سے، بیٹھے رہنے والوں پر درجہ کے
اعتبار سے اگرچہ سب سے وعدہ کر رکھا ہے اللہ نے بھلائی کا لیکن فضیلت دی
ہے اللہ نے مجاہدین کو، بیٹھ رہنے والوں پر اجر عظیم ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تب وحی زید بن ثابت سے لکھوانے لگے تو ابن ام مکتومؓ بھی پہنچ گئے اور عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر مجھ کو جہاد کی قدرت ہوتی اور اس کے لائق ہوتا تو میں بھی شرف جہاد حاصل کرتا، ان کی یہ حسرت آرزو بارگاہ خداوندی میں اتنی پسند ہوئی کہ وحی الٰہی نے ان کو اور ان جیسے تمام مجبور اشخاص کو اس حکم سے مستثنٰی کر دیا اور ایسے اشخاص پر سے جہاد کا فرض ساقط ہو گیا۔ لیکن اس حکم سے ان کا ولولہ جہاد کم ہونے کے بجائے اور بڑھ گیا۔ چنانچہ نابینا ہونے کے باوجود کبھی کبھی جنگ میں شریک ہوتے تھے اور لوگوں سے کہتے تھے کہ مجھ کو علم دے کر دونوں صفوں کے درمیان کھڑا کر دو، میں نابینا ہوں اور بھاگنے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

(اصابہ و استیعاب، ترجمہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اللہ! اللہ! یہ جوش فدویت و جاں نثاری کہ ظاہری آنکھیں بے نور ہیں، ایک قدم چلنا مشکل ہے لیکن جہاد فی سبیل اللہ میں کٹنے کے لئے رگ جاں تڑپ رہی ہے۔

درحقیقت یہی وہ کمال اخلاص تھا جس نے ذات خداوندی کو متوجہ کر لیا تھا اور یہی ولولہ تھا جس نے اسلام کی قوت کا لوہا ساری دنیا سے منوا لیا تھا۔

گو حضرت ابن ام مکتومؓ اپنی معذوری کے باعث اکثر جہاد کے شرف سے محروم رہتے تھے لیکن اس سے بڑھ کر شرف یہ حاصل ہوتا تھا کہ جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفس نفیس اکابر مہاجرین و انصار کے ساتھ کہیں باہر تشریف لے جاتے تو ابن ام مکتوم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو معذوری کی وجہ سے مدینہ ہی میں رہتے تھے، امامت کا شرف یعنی امامت کی نیابت کا شرف عطا فرماتے تھے۔ مجموعی حیثیت سے ان کو تیرہ (13) مرتبہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت کا شرف حاصل ہوا۔ (اسد الغابہ جلد 4 تہذیب الکمال ص 289)

حضرت ابن اُم مکتومؓ نابینا تھے، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھر دور تھا، راستہ میں جھاڑیاں پڑتی تھیں، کوئی رہنما بھی نہ تھا۔ ان تمام دشواریوں اور مشکلات کے باوجود ابن ام مکتومؓ ہمیشہ

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز پڑھتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت چاہی، لیکن اذان اور اقامت کی آواز ان کے گھر تک جاتی تھی، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت نہ دی۔ چنانچہ عشق ومحبت کے متوالے حکم محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیل میں چھڑی سے راستہ ٹٹولتے ہوئے مسجد آتے جاتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانے میں ان کو ایک رہنما فراہم کر دیا تھا۔ (ابن سعد حوالہ مذکور، سیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جلد اول) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت بابرکت کے فیض کے سبب احادیث سے بھی ان کا دامن خالی نہ تھا۔

حضرت ابن ام مکتومؓ کا سب سے بڑا طرۂ امتیاز تو یہی ہے کہ ان کو تیرہ مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت کا اعزاز ملا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

''عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند مختصر واقعات''

(20)

(1) ذوق حاضر ہے تو لازم ہے پھر ایمان خلیل

میدان بدر میں قریش بڑے عجیب انداز میں دو گروہوں میں بٹ کر آمنے سامنے کھڑے تھے، ایک طرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے دوست تھے، دوسری طرف اس کے دشمن۔ ان میں سب قریبی عزیز اور رشتہ دار تھے۔ ایک طرف باپ تھا تو دوسری طرف بیٹا، ایک طرف چچا تھا تو دوسری طرف بھتیجا، ایک طرف سسر تھا تو دوسری طرف داماد، ایک طرف ایک بھائی تو دوسری طرف بھی دوسرا بھائی۔ ایک طرف ہٹ دھرم مشرکین تھے تو دوسری طرف اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متوالے شیدائی اور فدائی تھے جن کے لئے سب قرابتیں اور رشتے اللہ کے رشتہ میں ہیچ تھے۔

اس جنگ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بیٹا عبدالرحمٰن بھی تھا جو مشرکین کی طرف سے شامل تھا۔ جب وہ میدان جنگ میں نکلا اور حضرت ابوبکرؓ کی نظر پڑی تو وہ تلوار سونت کر اس کے قتل کو بڑھے اور چاہتے تھے کہ اس کا کام تمام کردیں لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اجازت نہ دی۔

جب عبدالرحمٰنؓ ایمان لے آئے تو ایک دن انہوں نے اپنے والد سے کہا: ''بدر کے روز آپؓ کئی دفعہ میرے تیر کی زد میں آئے مگر میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔''

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: ''خدا کی قسم اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ روکتے تو میں اپنا ہاتھ بالکل نہ روکتا اور تمہیں قتل کردیتا۔ (مستدرک حاکم جلد 2) (پُراسرار بندے)

ہر مسلمان رگ باطل کے لئے نشتر تھا
اس کے آئینہ ہستی میں عمل جوہر تھا

(2) ''ہے جسارت آفریں شوق شہادت کس قدر''

حضرت سعد بن خثیمہؓ ایک نوجوان انصاری صحابی تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو پہلے کلثومؓ بن الہدم کے گھر قیام فرما ہوئے۔ مکان تنگ ہونے کی وجہ سے باہر کے لوگوں سے ملاقات کی جگہ کم تھی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین وانصار سے ملاقات کے لئے انہیں کے مکان کو پسند فرمایا۔ جب یہ بدر کے میدان میں شرکت کی تیاری کرنے لگے تو ان کے والد خثیمہؓ بن حارث نے کہا: ''بیٹا! ہم دونوں میں سے ایک شخص کو گھر پر رہنا ضروری ہے، میں جہاد میں جاتا ہوں تم گھر کی حفاظت کے لئے رہو۔''

حضرت سعدؓ نے جواب دیا: ''والد محترم! معاملہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر قربان ہونے کا ہے۔ شہادت جیسی عظیم چیز کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔ اگر جنت کے علاوہ کسی اور چیز کی بات ہوتی تو میں ضرور آپ کو ترجیح دیتا، مجھے اُمید ہے اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کی نعمت عطا فرمائے گا۔''

حضرت خثیمہؓ بن حارث نے کہا: ''یہی بات میرے ساتھ ہے میں بھی اس انعام کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اس لئے قرعہ ڈال کر دیکھ لو، جس کا نام نکلے وہی جہاد پر جائے۔''

قرعہ ڈالا گیا تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ کا نام نکلا۔ وہ جوش محبت وعقیدت اور شوق شہادت سے سرشار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو لئے۔ میدان میں شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے اور طعیمہ بن عدی کے ہاتھ سے جام شہادت نوش فرمایا: (سیرت انصار جلد دوم) (ایضاً)

انا للہ وانا الیہ راجعون

---

(3) ''ہوش کا دارو ہے گویا مستی تسنیم عشق''

منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول ہر وقت مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک سفر میں کچھ مہاجرین و انصار کے درمیان کسی بات کو لے کر کوئی اختلاف ہوا، تو عبداللہ بن ابی نے اسے طول دے کر مسلمانوں میں انتشار برپا کرنے کی کوشش کی اور یہ رنگ دینا چاہا کہ انصار لوگ مہاجرین سے زیادہ معزز و عزت دار ہیں۔ اس نے کہا، ترجمہ: ''مدینہ پہنچ کر ہم میں جو عزیز ہوگا وہ ذلیل کو نکال دے گا۔''

یعنی انصار عزیز اور مہاجرین ذلیل ہیں اور یہ کہ انصار مدینہ پہنچ کر مہاجرین کو نکال دیں گے۔ مدینہ پہنچ کر یہ معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عدالت میں پیش ہوا، اس میں یہ ثابت ہوا کہ عبداللہ بن ابی بن سلول انتشار برپا کرنے اور توہین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرکات کا مرتکب ہونے کی وجہ سے گردن مار دیئے جانے کے لائق ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قتل سے اس لئے منع فرمایا کہ وہ ظاہری طور پر مسلمان تھا۔

اس کے بیٹے عبداللہؓ بن عبداللہ سچے مسلمان اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ جب ان کو اس بات کا علم ہوا کہ ان کے باپ کا جرم گردن مار دینے کے لائق ثابت ہوا ہے تو وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے باپ کے قتل کی خدمت میرے سپرد کی جائے تاکہ میں اس کا سر کاٹ کر لاؤں اور یہ ثابت کردوں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم باپ کے سر سے زیادہ احترام کی چیز ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نہیں میں اس کو قتل کرانا نہیں چاہتا۔" عرض کی، "اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع فرماتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں اس خدمت کے لئے تیار ہوں۔"

(صحیح بخاری جلد دوم)

"یہ ہے عشق ومحبت کی انتہا"

(4) "عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی"

یہود مدینہ کی دشمنی جب انتہا کو پہنچ گئی تو بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسلمانوں کو بھی اس بات کی اجازت مل گئی کہ جس طرح یہود گوریلا جنگ کا انداز اپنائے ہوئے ہیں، مسلمان بھی اپنا سکتے ہیں اگر مسلمانوں کو کسی یہودی پر قابو حاصل ہو جائے تو وہ اس کو قتل کر سکتا ہے۔

ایک مرتبہ محیصہ بن مسعود انصاری نے موقعہ پا کر ایک یہودی دشمن کو قتل کر دیا۔ ان کے بڑے بھائی حویصہ بن مسعود ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ ان کے مقتول یہودی سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ اس لئے وہ محیصہؓ پر بہت ناراض ہوئے اور ان کو بہت زیادہ مارا پیٹا، وہ محیصہؓ کو مارتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ "کم بخت تیرے پیٹ میں بہت سی چربی اسی یہودی کے مال کی ہے،

پھر تو نے اسے کیوں قتل کیا۔'' حضرت محیصہؓ نے کہا: ''میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق قتل کیا ہے۔ میرے بھائی وہ ذات ایسی ہے کہ اگر وہ مجھے تمہارے قتل کا بھی حکم دیں تو اللہ کی قسم! میں تم کو بھی قتل کرنے میں کوئی دریغ نہیں کروں گا۔'' حویصہ کے دل میں یہ جملہ تیر کی طرح چبھ گیا، مارتے مارتے ایک دم ہاتھ روک لیا اور حیرت سے پوچھا: ''اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے قتل کا حکم دیں تو کیا واقعی تو مجھے بھی مار ڈالے گا؟'' انہوں نے کہا، ''ہاں! خدا کی قسم میں ضرور تم کو قتل کر دوں گا۔'' اتنا سننا تھا کہ حویصہ کا دل بالکل بدل گیا۔ ''محیصہ! جس نے تم کو اتنا پکا کر دیا یقیناً وہ ایک سچا دین ہے۔ ہاتھ بڑھا میں تیرے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہوں۔ (اسد الغابہ جلد 4)

---

(5) ''عشق کی گرمی سے شعلے بن گئے چھالے میرے''

حضرت عمیر بن امیہ نسلاً یہودی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق اور ملاطفت کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے شیدائی و فدائی بن گئے۔ ان کی بہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت اذیت پہنچاتی تھی۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوڑا پھینکتی اور پتھر مارتی، کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بدکلامی کرتی تھی۔

حضرت عمیرؓ کو یہ بات بہت ناگوار گزرتی تھی، وہ بہن کو بہت سمجھاتے تھے کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز رہے مگر وہ کافرہ اتنی شقی القلب تھی کہ ہرگز نہ مانتی تھی۔ جب حضرت عمیرؓ نے دیکھا کہ یہ کسی طرح مانتی ہی نہیں تو انہیں بڑا غصہ آیا۔ آخر ایک دن اس کی حرکتوں سے تنگ آ کر انہوں نے اپنی بہن کو خاموشی سے قتل کر دیا۔ قتل کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آج بہن کی محبت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر قربان کر آیا ہوں۔ میں نے اپنی اس بہن کا قتل کر دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچاتی تھی۔''

اس عورت کے کئی بیٹے تھے جب انہوں ے اپنی ماں کو مقتول پایا تو بہت غصہ ہوئے چونکہ کسی نے بھی یہ نہ دیکھا تھا کہ اس کا قتل عمیرؓ بن امیہ نے کیا ہے۔ اس لئے صحیح قاتل کا پتہ لگانا ممکن نہ تھا لیکن ان لڑکوں نے صرف شک کی بنا پر ایک دوسرے شخص کو پکڑ لیا اور اسے قتل کرنا چاہا۔

حضرت عمیرؓ نے معاملہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ کیا کہ اگر معاملہ سلجھایا نہ گیا تو ایک بے قصور آدمی کی بلاوجہ جان جانے کا اور نقص امن کا اندیشہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ایک عورت کے بچوں کو بلا کر سمجھا دیا اور معاملہ رفع دفع کر دیا۔ (اسد الغابہ جلد 2)

---

(6) ''حق و باطل را چوں دل فاروق شد''

ایک مرتبہ کسی معاملے میں ایک منافق بشر اور ایک یہودی کے درمیان کچھ جھگڑا پیدا ہو گیا۔ مقدمہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عدالت میں پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کے جھگڑے کا فیصلہ کر کے واپس بھیج دیا۔ وہ یہودی تو اس فیصلے پر راضی تھا مگر بشر کو یہ فیصلہ تسلیم نہ تھا۔ چنانچہ وہ اس یہودی کو لے کر حضرت عمر فاروقؓ کے پاس پہنچا اور کہا کہ وہ ان کے جھگڑے کا فیصلہ کر دیں۔

یہودی نے حضرت فاروق اعظمؓ کو بتایا کہ ''اس نزاع کا فیصلہ تو حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر چکے ہیں حالانکہ میں یہودی ہوں لیکن اس فیصلہ کا احترام کرتا ہوں جبکہ یہ شخص مسلمان ہو کر بھی اس فیصلے کو ماننے سے انکار کر رہا ہے۔ اس لئے مجھے آپؓ کے پاس لایا ہے۔''

حضرت عمرؓ نے بشر سے اس بات کی تصدیق کی تو سچ نکلی، انہوں نے کہا تم لوگ ذرا ٹھہرو، میں ابھی فیصلہ کئے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ فوراً گھر گئے اور ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے باہر نکلے۔ انہوں نے اس منافق کی گردن پر اس زور سے تلوار کا ہاتھ مارا کہ گردن اُتر کر دور جا پڑی، اور فرمایا: ''جو شخص مسلمان کہلا کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہیں ہوتا، اس کا فیصلہ میں اسی طرح کیا کرتا ہوں۔''

چوں عمرؓ شیدائے آں معشوق شد
حق و باطل راچوں دل فاروق شد

(مولانا رومؒ)

ترجمہ: یعنی ''حضرت عمر فاروقؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فداء ہوئے تو اس عشق کی برکت سے ان کا دل حق و باطل میں فرق کرنے والا بن گیا۔'' (خلفائے راشدینؓ)

(7) ''اس باغ میں قیام کا سودا بھی چھوڑ دے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب اجمعین کی تربیت کا ہر وقت خیال رکھتے تھے۔

اگر کسی شخص کو دیکھتے کہ اس میں دنیا کی رغبت بڑھ رہی ہے یا وہ شان شوکت اور عیش و تنعم کا سامان اکٹھا کر رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی نہ کسی انداز ے سے اس کو تنبیہ فرماتے تھے۔ صحابہ کرامؓ بھی ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جو ان کے محبوب و پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج کے خلاف ہو۔

ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ایک ایسی گلی سے ہوا جہاں ایک انصاری کے مکان پر بلند اٹاری بنی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اٹاری کو دیکھ کر دریافت فرمایا: ''یہ اٹاری کس نے بنوائی ہے؟'' صحابہؓ نے اس کے مالک کا نام بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر سکوت فرمایا۔

ایک دن جب وہ انصاری آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب نہیں دیا۔ دوسری مرتبہ انہوں نے پھر سلام عرض کیا۔ اس بار بھی جواب نہ ملا تو انہیں خفگی کا اندازہ ہوا۔ انہوں نے صحابہ کرامؓ سے معاملہ پوچھا۔ صحابہؓ نے بتایا کہ ان کی عمارت کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا تھا۔ شاید یہی وجہ ہو سکتی ہے۔

ان انصاری کو بہت صدمہ ہوا کہ انہوں نے ایسی عمارت کیوں تعمیر کرائی جس کو دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگواری ہوئی، یہ فوراً گھر گئے اور اس اٹاری کو مسمار کر ڈالا، اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پھر اس کا ذکر تک بھی نہیں کیا۔

محروم رہا صحبت دریا سے وہ غواص
کرتا نہیں جو صحبت ساحل سے کنارہ

(اقبالؒ)

(ابوداؤد۔ حکایت صحابہ ص 104)

---

(8) ''عشق کا اک نام ہے تقلید بھی''

حضرت عمروؓ بن عاص اسلام لانے سے پہلے مسلمانوں کے بہت بڑے دشمن تھے لیکن

انہوں نے جب سے اسلام قبول کیا تو تن من دھن سے اسلام کی خدمت میں لگ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر بات پر سمعنا واطعنا کہتے تھے۔ حضرت عمروؓ بن عاص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمان کا عامل مقرر کیا تھا۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے زمانہ میں ارتداد زکوٰۃ کا فتنہ اٹھا تو یہ اس وقت عمان ہی میں تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے انہیں فتنوں کو دبانے کا حکم دیا، یہ جب بحرین کے راستہ سے گزر رہے تھے تو قبیلہ بن عامر میں ٹھہرے۔ قرہ بن ہبیرہ کے مہمان ہوئے۔ قرہ بن ہبیرہ نے ان کی بہت زیادہ خاطر مدارت کی اور عزت واحترام سے پیش آیا۔

حضرت عمروؓ بن عاص روانہ ہونے کو ہوئے تو قرہ بن ہبیرہ نے ان کو تنہائی میں لے جا کر بہت ہمدردانہ انداز سے سمجھایا، ''اگر عربوں سے زکوٰۃ وصول کی گئی تو وہ اسلام کو کبھی گوارا نہ کریں گے، ہاں اگر زکوٰۃ کا قانون اٹھا دیا جائے تو وہ مطیع وفرمانبردار بنے رہیں گے۔''

حضرت عمروؓ بن عاص نے جواب دیا، ''یا ابن ہبیرہ! کیا تم کافر ہو گئے ہو؟'' کیا تم ہم سے یہ امید رکھتے ہو کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین میں بال برابر بھی تحریف کر سکتے ہیں؟

''تم مجھے عربوں سے ڈراتے ہو، اللہ کی قسم! ہم ایسے لوگوں کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے مسلنا پسند کریں گے، لیکن اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم میں رائی برابر کوئی فرق نہیں ہونے دیں گے۔'' (ابن اثیرؒ جلد 6، مسند احمد بن حنبلؒ)

(9) ''جسم خاک از عشق بر افلاک شد''

عتبہ بن ابی وقاص، سعدؓ بن ابی وقاص کا حقیقی بھائی تھا۔ اس نے جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور کو زخمی کیا تھا۔ بعد کو انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ احد کے موقع پر حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کی یہ بددعا ہمیشہ عتبہؓ بن ابی وقاص کے دل میں کھٹکتی رہتی تھی:

''ترجمہ: ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا شدید غضب ہو، جنہوں نے اس کے محبوب و پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کو زخمی کر کے خون بہایا۔''

اپنے اس فعل پر زندگی بھر پشیمان رہے۔ ان سے بھی زیادہ پشیمانی اس فعل پر ان کے بھائی سعدؓ بن ابی وقاص کو تھی۔ ایک مرتبہ کسی نے ان سے پوچھا: ''تم عتبہؓ سے اتنی کم التفاتی کیوں برتتے

ہو؟'' حضرت ابنؓ ابی وقاص نے فرمایا:

''حالانکہ عتبہ میرا حقیقی بھائی ہے، مگر یوم احد میں جس دن اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ اقدس کو زخمی کیا ہے اس دن سے میں عتبہ سے زیادہ کسی کے خون کا پیاسا نہیں رہا ہوں، اگر اسلام مسلمان کا خون جائز رکھتا تو یقیناً ضرور میں عتبہ کو قتل کر دیتا۔'' (مہاجرین جلد اول)

''جسم خاک از عشق برافلاک شد'' یعنی خاکی جسم نے عشق کی بدولت آسمان کی بلندیوں کو پالیا۔'' (مولانا رومؒ)

---

(10) ''پھرا کرتے نہیں مجروح اُلفت فکر درماں میں''

حضرت ابوعونؒ عبداللہ بڑے مرتبہ کے تابعی اور بڑے ممتاز محدث تھے۔ عبادت کے ساتھ ساتھ زہد وطاعت میں بھی بے مثال تھے۔ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انہوں نے اپنی زندگی کا لازمی جز بنالیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مستند احادیث تلاش کر کے محفوظ کرنا ان کا بہت محبوب مشغلہ تھا۔ حدیث سننے کے لئے انہوں نے اپنے زمانے کے تمام ممتاز محدثین سے نیاز حاصل کیا تھا۔

حضرت ابوعون عبداللہؒ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے کچھ ہی دن بعد پیدا ہوئے تھے۔ اس بات کا انہیں بہت افسوس تھا، ہمیشہ کہا کرتے تھے،'' کاش! کچھ عرصہ پہلے پیدا ہوئے ہوتے تو دیدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعمت سے مالا مال ہوتے۔ کاش! اب مجھے خواب ہی میں اس ہادی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار ہو جائے۔''

اللہ رب العزت نے اس سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سن لی۔ ایک رات خواب میں جمال مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کا شرف حاصل ہو گیا۔ جب آنکھ کھلی تو خوشی کا یہ عالم تھا کہ دیوانوں کی طرح بھاگتے تھے۔ خوشی کے عالم میں بالا خانے سے اتر کر مسجد میں پہنچے تو وارفتگی کے عالم میں خود کو سنبھال نہ سکے اور گر پڑے، جس سے کافی چوٹ لگ گئی۔

جب ان کا علاج کرانے کی کوشش کی گئی تو انہوں نے منع کر دیا اور کہا، ''یہ وہ زخم ہے جو دیدار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے میں لگا ہے۔ میں اپنے اس زخم کو یادگار رکھنا چاہتا ہوں۔''

غرض یہی زخم ان کی موت کا سبب بنا اور انہیں حقیقت میں دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب ہوا۔ (طبقات ابن سعد قسم دوم۔ تہذیب التہذیب جلد 5)

---

(11) (حضرت امام مالکؒ)

''دیکھ یثرب میں ہا ناقہ لیلیٰ بیکار''

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے:

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے مدینہ فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک جائے امن ہے۔ اس کے پیڑ نہیں کاٹے جانے چاہئیں، نہ اس میں کوئی غیر شرعی کام کرنا چاہئے۔ اگر کوئی یہاں بدعت کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔''

مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام میں حضرت امام مالکؒ بن انس اس حدیث کا ہمیشہ لحاظ رکھتے تھے۔ حضرت امام مالکؒ کے اصطبل میں بہت سے عمدہ نسل کے گھوڑے اور خچر تھے، مگر یہ کبھی مدینہ کی گلیوں میں سوار ہو کر نہیں نکلے۔ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے، ''جس سرزمین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدل چلتے تھے، اس کو میں گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندوں، یہ کیسے ممکن ہے۔ خدا کی قسم یہ پلکیں بچھانے کا مقام ہے۔''

وہ زمین ہے تو، مگر اے خواب گاہ مصطفیٰؐ
دید ہے کعبہ کو، تیری حج اکبر سے سوا
(اقبالؒ)

ایک مرتبہ عباسی خلیفہ، مہدی نے انہیں دربار خلافت میں بلوا بھیجا۔ اس وقت یہ زیادہ بیمار تھے۔ اس لئے ان کے لئے سواری بھی بھیجی گئی کہ اس پر سوار ہو کر آ جائیں۔ آپؒ نے سواری دیکھ کر بہت افسوس کیا اور فرمایا: ''افسوس! جن گلیوں میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدل چلتے تھے ان میں سوار ہو کر نکلوں۔'' انہوں نے سواری واپس بھیج دی اور بیماری کی حالت میں گرتے پڑتے خلیفہ سے ملنے پہنچے۔

حضرت امام مالکؒ کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حال تھا۔

(ابن خلکان جلد 2۔دبستان المحد ثین ص 7)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیار مدینہ کو بھی کسی حال میں چھوڑنا گوارا نہ تھا۔آپؒ نے تنگی اور پریشانی کے حال میں بھی مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہونا پسند نہ فرمایا۔

ایک مرتبہ خلیفہ منصور مہدی نے ان کے پاس تین ہزار دینار اپنے حاجب اعظم ربیع کے ہاتھ بھجوائے۔امام مالکؒ نے دینار کی یہ تھیلیاں اٹھا کر اسی طرح ایک طرف ڈال دیں۔کچھ عرصہ بعد خلیفہ نے ان کو بغداد بلوایا، انہوں نے خلیفہ منصور کے قاصد سے کہا،''کیا امیر المومنین مجھے دنیا کی دولت کا لالچ دے کر مجھ سے اس دیار حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھڑوانا چاہتے ہیں۔ان کی بھیجی ہوئی دینار کی تھیلیاں ابھی اسی طرح سر بند پڑی ہیں۔آپ انہیں لے جا سکتے ہیں لیکن مالکؒ مدینہ نہیں چھوڑ سکتا۔اس لئے کہ مدینہ خیر کا مقام ہے۔نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

''المدینتہ خیر لھم لو کانوا یعلمون۔''

آہ یثرب! دیس ہے مسلم کا تو ماویٰ ہے تو
نقطہ جاذب تاثر کی شعاعوں کا ہے تو
(اقبالؒ)

حضرت امام مالکؒ سترہ (17) برس تک مدینہ منورہ میں رہے اور ہر کام دوڑ کر کیا کرتے تھے۔کسی نے پوچھا مالکؒ کیا ہوا؟ آپؒ ستر برس کے بوڑھے ہیں۔

حضرت امام مالکؒ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھئے۔آپؒ نے فرمایا: اس لئے دوڑتا ہوں کہ کہیں راستے میں موت نہ آ جائے۔حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر سے محروم نہ ہو جاؤں۔اس لئے آپؒ دوڑ دوڑ کر آتے جاتے تھے۔

کسی نے کہا مہاجر مدینہ کیا کرتے ہو؟ آپؒ نے فرمایا: مجھے سات میل تک اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کی خوشبو آتی ہے، جہاں خوشبو آئے وہیں جاتا ہوں۔

(تذکرہ ذہبی جلد اول)

(12) ''تھا طریق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا شعار''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن لوگوں سے محبت رکھتے تھے صحابہ کرامؓ بھی ان کی نہایت توقیر واحترام کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت اسامہؓ کا عطیہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے عبداللہؓ بن عمرؓ کا تین ہزار مقرر فرمایا تو انہوں نے اعتراض فرمایا کہ: ''آپؓ نے اسامہؓ کو مجھ پر کیوں ترجیح دی، وہ تو کسی جنگ میں مجھ سے آگے نہیں رہے۔'' حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''زیدؓ تمہارے باپ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسامہؓ سے محبت تم سے زیادہ کرتے تھے۔ اس لئے میں نے اپنے محبوب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب کو ترجیح دی۔''

''یہ بھی ہے اک محبت کا انداز''

عرب میں یہ خیال تھا کہ اگر کسی کے پاؤں سو جائیں اور وہ اپنے محبوب کو یاد کرے تو یہ کیفیت زائل ہو جاتی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کے پاؤں سو گئے تو کسی نے کہا اپنے محبوب کو یاد کرلو۔، وہ فوراً بولے یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے پاؤں کی کیفیت زائل ہوگئی۔

---

(13) ''حضرت مالکؓ بن سنان کا خون پینا''

اُحد کی لڑائی میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور میں خود کے دو حلقے گھس گئے تو حضرت ابوبکرؓ دوڑ کر آگے بڑھے اور دوسری طرف سے حضرت ابوعبیدہؓ دوڑے اور آگے بڑھ کر خود کے حلقے دانت سے کھینچ کر نکالنے لگے، ایک حلقہ نکالا جس سے حضرت ابوعبیدہؓ کا ایک دانت ٹوٹ گیا اس کی پروا نہ کی، دوسرا حلقہ کھینچا جس سے دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا لیکن حلقہ وہ بھی کھینچ ہی لیا۔

ان حلقوں کے نکلنے سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ مبارک سے خون نکلنے لگا تو ابوسعید خدریؓ کے والد ماجد مالکؓ بن سنان نے اپنے لبوں سے اس خون کو چوس لیا اور نگل لیا۔ وہ زخم پر منہ رکھ کر خون چوستے جاتے تھے، قریب کھڑے دوسرے عشاق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا مالکؓ بن سنان خون پیتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا، ''ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون اقدس شربت کی طرح پیتا ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کہ جس خون میں میرا خون شامل ہوگیا اس کو جہنم کی

آ گ چھو نہیں سکتی۔''(قرۃ العیون۔حکایات صحابہ کرامؓ باب دوازدہم)

''یہ عشق نہیں تو کیا ہے''

---

(14) ''حضرت ابن زبیرؓ کا خون پینا''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ سینگیاں لگوائیں اور جو خون نکلا وہ عبداللہ بن زبیرؓ کو دیا کہ کہیں جا کر دبا دیں۔وہ گئے آ کر کہا کہ دبا دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا، کہاں دبایا؟ عرض کی میں نے پی لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کے بدن میں میرا خون جائے گا اس کو جہنم کی آگ چھو نہیں سکتی۔(خمیس)

''یہ ہے عقیدت ومحبت کی انتہا''

---

(15) ''موت کے زہراب میں پائی ہے اس نے زندگی''

جنگ اُحد میں کفار کے ہجوم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھیرے میں لے لیا اور کسی طرح ہٹتے نہ تھے،شیدائیان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں قربان کر رہے تھے۔جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجوم کے منتشر ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''لوگو! کون ہے جو مجھ پر جان دینے کو تیار ہے؟''

حضرت زیادؓ بن سکن پانچ انصاریوں کو لے کر آگے آئے اور بڑھ کر کہا:''لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اور بھیڑ کو چیرتے ہوئے کفار کی صفوں میں جا گھسے۔حضرت زیادؓ بن سکن اپنی جماعت کو لے کر اس جانبازی وشجاعت سے لڑے کہ کفار کی صفوں میں ابتری پیدا ہوگئی۔یہ پانچوں سر فروش تلوار لے کر جدھر نکل جاتے،کفار میں بھگدڑ مچ جاتی۔یہ لوگ اس وقت تک لڑتے رہے جب تک شہید نہ ہوگئے لیکن ان کی بہادری وفروشی سے کفار کے قدم بھی متزلزل ہونے لگے۔

جنگ ختم ہونے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''زیادؓ بن سکن کی لاش میرے پاس لاؤ۔جب انہیں لایا گیا تو ان میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔انہوں نے خود کو آگے بڑھا کر لٹانے

کا اشارہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدوم مبارک پر اپنا سر رکھ دیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تسلی کے کچھ الفاظ کہے اور زیادؓ بن سکن اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں سر رکھے اس عالم فانی سے رخصت ہو گئے۔ (صحیح مسلم غزوہ احد کتاب المغازی)

---

(16) ''محبت ہو تو ایسی ہو''

حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا مکان شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور تھا۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا تھا تمہارا مکان تو میرے قریب ہی ہو جاتا۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے عرض کی کہ حارثہؓ کا مکان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہے ان سے فرما دیں کہ میرے مکان سے بدل لیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے پہلے بھی تبادلہ ہو چکا ہے۔ اب تو شرم آتی ہے۔ حضرت حارثہؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فوراً حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا مکان اپنے قریب چاہتے ہیں۔

یہ میرے مکانات موجود ہیں۔ ان سے زیادہ قریب کوئی مکان بھی نہیں، جو پسند ہو وہ مکان بدل لیں اور میرا مال تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی قسم جو مال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے لیں وہ مجھے زیادہ پسند ہے اس مال سے جو میرے پاس رہے۔

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سچ کہتے ہو، برکت کی دعا فرمائی اور پھر مکان بدل لیا۔ (طبقات ابن سعد)

''سبحان اللہ! محبت ہو تو ایسی ہو''

---

(17)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل کے مشتاق تھے ان میں سے بعض حضرات تو ایسے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی ہی سے پریشان ہو

جاتے تھے۔

ابن جریر نے حضرت سعید بن جبیرؓ سے روایت کی ہے کہ انصار میں سے ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ وہ بہت پریشان لگ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: ''اے فلاں تم پریشان کیوں ہو؟'' وہ بولا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں ایک معاملے میں سوچ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تھا وہ؟ وہ کہنے لگا: میں سوچ رہا تھا کہ ہم صبح وشام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آ کر ملتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کی طرف دیکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں آ کر بیٹھتے ہیں۔کل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبیوں کے پاس چلے جائیں گے تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو ملاقات نہیں کرسکیں گے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر آئے: ''جولوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے، جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔'' (النساء، 69)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے پیغام بھیجا اور اسے خوشخبری دی۔

(رواہ الترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ ملنے کی خوشخبری ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا طریقہ یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے سے محبت کرے اور اسے آگے بڑھ کر اختیار کرے۔ (رواہ ترمذی)

''اے تیری ذات باعث تکوین روزگار!''

---

(18) ''متاع بے بہا ہے سوز و درد و آرزومندی''

حضرت براءؓ بن عازب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اپنی جان و مال سے بھی زیادہ تھی۔ اس کا جذبہ ہر بات سے نمایاں تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ بیان کرتے تو ہر لفظ محبت کے آب حیات میں ڈوبا ہوا

نکلتا۔ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہانوں کے انسانوں سے زیادہ خوبصورت تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع کی پوری کوشش کرتے تھے۔ نماز پڑھتے تو ایک ایک عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق کرتے تھے۔

ایک دن گھر والوں کو جمع کر کے کہا، تم مجھ کو وضو کرتے اور نماز پڑھتے دیکھو تا کہ یہ دیکھ سکو کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح وضو کرتے تھے اور کس طرح نماز پڑھتے تھے۔ پھر آپؓ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں باجماعت پڑھیں...... انہی کی طرح ان کے بیٹے یزیدؓ بن براءؓ بھی احکام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی سختی سے پابندی کرتے تھے۔

ایک زمانے میں یہ عمان کے امیر مقرر ہوئے، یہ ہر طرح سے شرعی احکام کی پوری پابندی کرتے تھے لیکن سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے۔ ایک دن لوگوں نے ان سے شکایت کی۔

''یا امیر! سونا پہننا مسلمان مرد کے لئے صریحاً حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرد کو سونا پہننے کی سخت ممانعت فرمائی ہے لیکن آپؓ احکام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سونے کی انگوٹھی پہنتے ہیں۔''

حضرت یزیدؓ بن براءؓ نے کہا لوگو! آپ کا اعتراض درست ہے لیکن اس کے جواز کی بات بھی سن لو۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کیا، جب سب مال ختم ہو چکا یعنی تقسیم ہو چکا تو صرف یہ انگوٹھی باقی رہ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِدھر اُدھر دیکھا پھر مجھے بلا کر یہ انگوٹھی عنایت فرمائی اور کہا، ''لو اس کو پہنو، یہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں پہنائی ہے۔'' ''لوگو! اب تم ہی فیصلہ کرو جو چیز اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے پہنائی ہو اس کو میں کس طرح اتار سکتا ہوں۔'' (ابن سعد جلد 6)

---

(19) ''ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز''

ایک مرتبہ پنجاب کے ایک دولت مند رئیس نے ایک قانونی مشورہ کرنے کے لئے کچھ نمایاں قانون داں لوگوں کو اپنے یہاں مدعو کیا۔ ایک عالیشان کوٹھی میں ان لوگوں کے ٹھہرنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ عیش وراحت کا ہر بندوبست یہاں کیا گیا تھا۔ ان قانون داں حضرات میں سر فضل حسین اور

ڈاکٹر محمد اقبالؒ بھی تھے۔

علامہ اقبال جب رات کو آرام کرنے کے لئے بستر پر دراز ہوئے تو دیکھا کہ بستر نہایت ہی قیمتی اور نرم ہے۔ اپنے گھر پر یہ بہت ہی سادہ اور کم آرام دینے والا بستر استعمال کرتے تھے۔ بستر پر لیٹتے ہی یہ خیال دل میں آیا کہ یہ اس قوم کے لوگوں کا بستر ہے جس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کی چٹائی پر زندگی گزار کر چلے گئے۔ ان کی جوتیوں کے طفیل قوم کے افراد کو یہ عیش وتنعم حاصل ہوا۔

اس خیال کا آنا تھا کہ علامہ اقبالؒ کی طبیعت پر رقت طاری ہوگئی۔ آنسوؤں کی جھڑی بندھ گئی، روتے روتے برا حال ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو یاد کرتے جاتے اور روتے جاتے۔ جب کچھ قرار آیا تو ملازم کو بلا کر اپنا بستر کھلوایا جو بہت ہی سادہ تھا۔ برابر میں غسل خانہ تھا اس میں ایک چارپائی بچھوائی اس پر رات گزاری۔ جب تک وہاں مہمان رہے اسی غسل خانے میں سوتے رہے۔ (جوہر اقبالؒ ص39)

تو رہ نورد عشق ہے منزل نہ کر قبول!
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول

(20) ''مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''

مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ (متوفی 898) تصوف اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہت بلند مقام رکھتے ہیں۔ ان کی شاعری میں انکا یہ عشق صاف دکھائی دیتا ہے۔

ان کو خیال آیا کہ جامیؒ تم نے پچاس سال کی زندگی محبوب کے کوچہ سے دور رہ کر گزار دی۔ بس اس خیال کا آنا تھا کہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلبہ اور تیز ہوگیا۔ ذوق وشوق انتہا کو پہنچا اور صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کوئے دوست کی طرف روانہ ہوئے۔ اس زمانے میں سفر حج بڑے خطروں سے جھرا ہوتا تھا۔ یہ بغیر کچھ پروا کئے چند رفیقوں کے ساتھ کوچہ محبوب کی طرف روانہ ہوگئے۔ دو مہینے کی دشوار گزار مسافت طے کر کے یہ اس مقام پر پہنچ گئے جس کے نظارے کا اشتیاق برسوں دل میں لئے پھرتے تھے۔ جس کے دیکھنے کے لئے آنکھیں منتظر اور دل بیتاب تھا۔ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب نظروں کے سامنے تھا۔

روضہ اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے جو سوز وگداز کی کیفیت ان کے دل پر طاری ہوئی اس کا انداز ان اشعار سے ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''اے گنہگاروں کے شفاعت فرمانے والے! میں گناہوں کا بوجھ لے کر آیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در پر حاضر ہوا ہوں۔ اپنی رحمت کی آنکھ کھولئے اور میرے ان سفید بالوں کو دیکھئے۔ اگرچہ میں شرمندگی سے کالا منہ لے کر آیا ہوں، میرا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو عشق کا دعویٰ ہے۔ اس کے گواہ کے طور پر عشق، درویش اور درود درود کو لے کر حاضر ہوا ہوں۔

یہ سچا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ کی گلیوں کا نظارہ کرتا ہے تو چپہ چپہ پر جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظارہ کرتا ہے۔ مدینہ کا ایک ایک سنگریزہ اس کو لال وجواہر سے زیادہ قیمتی لگتا ہے۔ یہاں کے ہر در و دیوار کو چومتا ہے، گلی کوچوں کی خاک آنکھوں میں لگاتا ہے۔

(حیات جامی، مثنوی یوسف وزلیخا)

مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجزن تھا۔ آج جس محفل میں مولانا جامیؒ کا ذکر آجاتا ہے وہاں حضرت عشق بھی جلوہ گر ہوجاتا ہے۔

حضرت مولانا جامیؒ ایک موقع پر تاسف کے ساتھ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کرتے ہیں۔

سگت را کاش جامی نام بودے
کہ آمد برزبانت گاہے گاہے

ترجمہ: اے شہنشاہ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کاش! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی کتے کا نام ہی جامی ہوتا، کہ کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر میرا نام تو آجاتا کہ مالک کتے کا نام لے کر ہی بلایا کرتا ہے۔

حوالہ: (بین الاقوامی سیرت ایوارڈ یافتہ کتاب، ''مدینۃ الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص 407)

حوالہ جات کے لئے جن کتب سے مدد لی گئی

1- صحیح بخاری شریف

2- صحیح مسلم شریف

3- مسند ابوداؤد

4- مسند امام احمد بن حنبلؒ

5- تاریخ اسلام.........شاہ معین الدین احمد ندویؒ

6- سیرت صحابہ کرامؓ، حصہ ہفتم شاہ معین الدین احمد ندویؒ

7- اسوہ صحابہ کرامؓ (جلد اول، دوم) مولانا عبدالسلام ندویؒ

8- سیرت انصارؓ (جلد اول، دوم) شاہ معین الدین احمد ندویؒ

9- سیرت مہاجرینؓ (جلد اول، دوم) شاہ معین الدین احمد ندویؒ

10- سیرت صحابہ کرامؓ (مکمل) 3 جلدیں، حصہ اول، دوم، سوم) شاہ معین الدین احمد دہلویؒ

11- حیاۃ صحابہؓ، مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

12- رحمت للعالمین، جلد دوم، قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ

13- اہل کتاب صحابہ کرامؓ اور تابعین، از نجیب اللہ ندویؒ

14- پُراسرار بندے، مولف عشرت جاوید

15- عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، الصحابی کالنجوم

16- روشنی کے مینار، مولف حافظ ادریس

17- شہید المحراب، عمرؓ بن خطاب، مرتب، سید عمر تلسمانیؒ ترجمہ حافظ ادریسؒ

18- فضائل اعمال مولفہ۔ شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحبؒ

19- تاریخ الخمیس

20- خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چالیس جاں نثار، مولف طالب ہاشمی

☆☆☆